گوہرِ بے بہا

اُردو شرح

کریما

تالیف:

مولوی محمد انعام اللہ صاحب

قدیمی کتب خانہ - مقابل آرام باغ - کراچی

ادارہ بلاغ الناس

(شعبہ اشاعت)

اسلام آباد پاکستان

طالبِ دُعا.

سید محمد انورشاہ

0344-5559888

Shahpk82@yahoo.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دیباچہ مترجم

الحمد للہ رب العٰلمین والعٰلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد عرض کرتا ہے احقر محمد انعام اللہ ابن عالی جناب جنت مقیم مولوی محمد نعیم صاحب مرحوم کہ کتاب کریما جو سعدی شیرازی کی تصنیف ہے نہایت عمدہ عمدہ اخلاقی اور نصائح کے مضامین سے بھری ہوئی ہے، اگر کوئی ان مضامین پر عمل کرتا رہے تو دینی و دنیوی منافع سے بہرہ یاب ہوتا رہے اور مصائب و مہالک دارین سے نجات پائے لیکن اس کے پڑھانے کا عجیب دستور ہے کہ جہاں بچوں نے ابتدائی کتاب الف با فارسی وغیرہ پڑھ کر ختم کی استاد صاحب نے کتاب کریما شروع کرا دی، اس صورت میں بچوں کو اس سے کچھ بھی نفع ان اغراض میں سے حاصل نہیں ہوتا جن کے لیے یہ کتاب مصنف علیہ الرحمۃ نے تصنیف کی ہے، ایسے لوگ بہت ہی کم نکلیں گے جنہوں نے اس متبرک کتاب کو ابتداء میں پڑھا نہ ہو لیکن اکثر ان سے اس کے معانی و مطالب کو دریافت کیجئے تو ششدر اور سر در گریباں رہ جاتے ہیں۔ اگلے لوگ تو اپنی استعداد کی وجہ سے کچھ کام چلا بھی لیتے تھے مگر فی زمانہ کم استعدادی اور فارسی کی طرف عدم توجہی کی وجہ سے کچھ بھی نہیں سمجھتے اور زمانہ کی رفتار پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ چل کر اور بھی ابتری اور بے توجہی پیدا ہو جائے گی، اس

لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس کتاب کی اردو زبان میں ایک ایسی شرح لکھ دی جائے کہ آسانی سے لوگوں کو اس کے مطالب و معانی کے سمجھ جانے کی طرف راہ دکھائے اور کم استعداد وں کو ذی استعداد بنائے اور جو لوگ لغات اور با محاورہ ترجمہ کرنے سے قاصر اور عاجز ہیں اس کے مطالعہ سے بہت کچھ واقف کار اور ماہر ہوں۔ اس کا طرز اس طرح سے رکھا گیا ہے کہ پہلے شعر لکھا گیا ہے پھر اس کے نیچے با محاورہ اردو ترجمہ لکھ دیا گیا ہے اس کے بعد شرح میں حل لغات الفاظ کا کیا گیا ہے، پھر ہر شعر کے مطلب اور مقصود کو واضح کیا گیا ہے۔ چونکہ اس میں ہر قسم کے مضامین کی تشریح و توضیح بہت عمدگی اور خوبی سے کی گئی ہے اور وہ مثل انمول موتی کے ہے اس مناسبت سے اس شرح کا نام "گوہرِ بے بہا" رکھا گیا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ یہ شرح علمی فیض رسانی میں اپنی آپ ہی نظیر اور سب سے پہلی شرح ہے۔

نظم کے لیے عروض اور قافیہ کا جاننا نہایت ضروری ہے مگر اس مقام میں اس کی تفصیل کی کہاں گنجائش تھی البتہ اس قدر بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ یہ کتاب بحر متقارب مثمن مقصور میں ہے جس کا وزن عروضی فعولن فعولن فعولن فعول ہے، یہ ایک مصرعہ کا وزن ہے، اسی طرح دوسرے مصرعہ کا بھی وزن ہوگا اور کسی جگہ بجائے فعول کے فعل بھی آجاتا ہے۔ شرح میں جس جگہ فاعل۔ مفعول۔ مبتدا۔ خبر۔ واحد۔ جمع۔ وغیرہ وغیرہ الفاظ لکھے گئے ہیں ان کا کفیل علم نحو ہے اور اس جگہ ہر ایک کے اصطلاحی معانی کا بیان محض بے موقع اور خالی از تطویل نہیں جس کسی کو علم نحو میں مہارت ہوگی وہ ان کو بخوبی سمجھ لے گا۔

جو حضرات میری اس شرح سے فائدہ حاصل کریں ان کو مناسب ہے کہ میرے لیے فلاح دارین اور خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا کرتے رہیں اور میرے والدین مرحومین اور نیز میرے لڑکے محمد احسان الحق مرحوم کو دعائے مغفرت سے فراموش نہ کریں واللہ الموفق والمعین۔

محمد انعام اللہ

حضرت شیخ سعدی شیرازیؒ کے مختصر حالات

حضرت شیخ کا نام مصلح الدین ہے اور باپ کا نام عبد اللہ اور سعدی تخلص ہے جو منسوب ہے سعد بن زنگی کی طرف۔ کیونکہ اسی بادشاہ کے زمانہ میں شیخ کا ظہور ہوا تھا اور ابوبکر بن سعد کے زمانہ میں حد کمال کو پہنچے تھے شیراز کے رہنے والے تھے اسی وجہ سے شیرازی کہلاتے ہیں۔ ان کو اپنے وطن اور اہل وطن سے کمال محبت تھی اس لیے جا بجا اپنی تصانیف میں ان کی تعریف کی ہے اور محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

وہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم و فاضل ہونے کے علاوہ صوفی کامل اور شیخ وقت تھے اور شیخ ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ ملک فصاحت و بلاغت کے ارکان میں سے یہ بھی ایک رکن مانے گئے ہیں اور ان کو بھی پیغمبر سخن کا خطاب دیا گیا ہے چنانچہ منقول ہے ؎

در شعر سہ تن پیمبرانند ہر چند کہ لا نبی بعدی
اوصاف و قصیدہ و غزل را خاقانی و انوری و سعدی

بڑے بڑے نامی شاعروں نے ان کو استاد سخن اور غزل گوئی میں سب سے بڑھ کر اور اعلیٰ درجہ کا قرار دیا ہے۔ اول میں بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں تیس برس تک تحصیل علوم میں مشغول رہے بعدہٗ اکثر اقالیم کی تیس برس تک سیر و سیاحت کی، ہندوستان میں بھی تشریف لائے اور سومنات کے مشہور بت خانہ کو بھی دیکھا چنانچہ اس کے منتظم پنڈت اور بت کے ہاتھ اٹھانے کا قصہ بوستاں میں موجود ہے، جس وقت ان کی عمر ساٹھ برس کو پہنچی تو گوشہ نشیں ہو کر عبادت الٰہی میں آخر عمر تک مصروف رہے بقول بعض ۱۰۲ برس کی عمر میں اور بقول بعض ۱۲۰ برس کی عمر میں ان کا انتقال اور وصال ہوا۔

کریما کے علاوہ گلستاں، بوستاں اور قصائد و غزلیات آپ سے یادگار ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو کہ رحمٰن و رحیم ہے

شرح بسم اللہ اصل میں باسم اللہ تھا کثرتِ استعمال کی وجہ سے تخفیف منظور ہوئی اس لئے باسم کے الف کو حذف کر کے بسم بنا لیا گیا۔ اس کے اول میں بائے ابتدائیہ ہے جس کے قبل ابتدا میکنم محذوف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہے "میں شروع کرتا ہوں" اسم بمعنی نام۔ اور لفظ اللہ اسم ذات ہے یعنی عالم کے پیدا کرنے والے کی ذات پاک کا نام ہے جس میں تمام صفات کمال کی موجود ہیں اور تمام عیبوں اور نقصانوں سے پاک ہے رحمٰن اور رحیم دونوں اسم صفت ہیں بمعنی مہربان و رحم کنندہ کے مگر رحمٰن کا اطلاق بجز ذات حق تعالیٰ کے دوسرے پر روا نہیں بخلاف رحیم کے کہ دوسرے کو بھی کہہ سکتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ (یعنی کہہ دو اے رسول چاہے تم لوگ اللہ کہہ کر پکارو چاہے رحمٰن کہہ کر دونوں سے خدائے تعالیٰ ہی کی ذات مفہوم ہوگی) اس سے معلوم ہوا کہ گو رحمٰن اسم ذات نہیں ہے لیکن ذات کے ساتھ خصوصیت کا حکم رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے لفظ اللہ کے بعد اور لفظ رحیم کے قبل واقع ہوا ہے۔

در حمد باری تعالیٰ

باری تعالیٰ کی حمد میں

شرح حمدؔ۔ نعتؔ۔ منقبتؔ۔ مدحؔ۔ سب بمعنی تعریف ہیں لیکن اوّل خدا کی تعریف میں اور دوسرا پیغمبر کی تعریف میں اور تیسرا اصحاب کی اور چوتھا سلاطین و امراء کی تعریف میں مستعمل ہوتا ہے۔ حمدؔ کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے منعم حقیقی کی تعریف تعظیم کی غرض سے بغیر مقابلہ نعمت کے زبان سے کی جائے بخلاف شکر کے کہ اس میں نعمت کا مقابلہ شرط

ہے مگر زبان کی تخصیص نہیں ہے بلکہ زبان کے علاوہ دوسرے اعضاء سے بھی شکر ہوا کرتا ہے۔

کریما بہ بخشائے بر حالِ ما	**کہ ہستم اسیرِ کمندِ ہوا**
اے کریم رحم کر میرے حال پر	کیونکہ میں ہوس کی کمند کا اسیر ہوں

شرح کریما میں لفظ کریم منادیٰ ہے اور اس کے آخر کا الف ندائیہ ہے اس الف کا ترجمہ منادیٰ سے پہلے کر لیا جاتا ہے جیسے کریما کا ترجمہ اے کریم۔ لفظ کریم کی تفسیر میں چند مختلف قول ہیں بعض کے قول پر کریم وہ ہے جس کے ہر کام میں انعام و احسان ہو اور اس کو اپنے ہر ایک فعل میں چھپی ہوئی خیر منظور ہو، اور بعض کے قول پر کریم وہ ہے جو کہ انعام و احسان کرنے میں اپنا نفع یا اپنے نقصان کا دفع منظور نہ رکھے بعض کہتے ہیں کریم وہ ہے جو دوسروں کا حق اپنے اوپر نہ رکھے بلکہ جو چاہے ان کو دے اور جو اس کا حق دوسروں پر ہو اس کو طلب نہ کرے بعض کہتے ہیں کہ کریم وہ ہے جو دوسروں سے تھوڑی چیز قبول کرے اور اس پر عوض بہت دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے کرم کا مقتضا ہے کہ گنہگاروں کے گناہوں کو بھی بخشتا ہے اور اسی پر کفایت اور بس نہیں کرتا بلکہ باوجود بیشمار نافرمانیوں کے دمبدم احسان اور پرورش و پردہ پوشی فرماتا رہتا ہے، اسی واسطے حضرت مصنف قدس سرہٗ نے اس مقام میں لفظ کریم کو اختیار فرمایا ہے۔ یوں بھی وارد ہوا ہے کہ کریم وہ ہے جو خود تو نہ کھائے نہ پئے لیکن دوسروں کو کھلائے پلائے یہ صفت بھی خدائے تعالیٰ کی ہے کہ وہ خود خورد و نوش سے پاک ہے اور اپنی مخلوق کو کھلاتا پلاتا ہے، اور سخی خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے۔ لئیم نہ تو خود کھانا چاہتا ہے نہ دوسروں کو دینا پسند کرتا ہے۔ بخیل خود اپنی تن پروری پسند کرتا ہے دوسروں کو دینا دلانا اس کی خاطر پر گراں گزرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان سب بری صفتوں سے پاک ہے۔

بہ بخشائے بمعنی رحم فرما یا بخشش کر، امر کا صیغہ ہے بخشودن مصدر سے۔ بر بمعنی اوپر یا پر اور حالِ ما مرکب اضافی ہے یعنی مرکب ہے مضاف اور مضاف الیہ سے، اردو محاورہ

ہیں مضاف الیہ کا ترجمہ پہلے اور مضاف کا ترجمہ اس کے بعد کیا جاتا ہے اور اگر ان دونوں کے اول میں حرفِ جر ہو تو اس کا ترجمہ مضاف و مضاف الیہ کے ترجمہ کے بعد ہوتا ہے۔ پس "بر حالِ ما" کا ترجمہ ہوا "ہمارے حال پر" یا "میرے حال پر" اور یاد رکھو کہ اس جگہ لفظ ما بمعنی من ہے اور اس طرح کا استعمال درست ہے، اردو میں بھی ایسا استعمال پایا جاتا ہے کہ بجائے لفظ میں واحد متکلم کے لفظ ہم جمع متکلم بول دیتے ہیں یا لفظ ما کو اپنے اصلی مفہوم پر رکھا جائے اور نکتہ یہ ہے کہ چونکہ یہ دعا کا مقام تھا اور ایسے وقت میں دوسروں کو بھی اپنے ساتھ رحم اور بخشش کی دعا میں شامل کر لینا نامناسب نہ تھا بلکہ مستحسن تھا اس لیے پہلے مصرعہ میں لفظ ما کہہ دیا اور دوسرے مصرعہ میں "کمندِ ہوا" میں اسیر ہونے کی نسبت صرف اپنی ہی جانب کر لی اور اس میں بھی کوئی قباحت نہیں کہ ہستم کے اول میں کاف علت کا ہے بمعنی کیونکہ، اس لیے کہ، اس واسطے کہ، اور ہستم کا ترجمہ "میں ہوں" اس بناء پر ہے کہ اردو محاورہ میں ضمیروں کا ترجمہ پہلے اور فعل کا ترجمہ ضمیروں کے ترجمہ کے بعد کیا جاتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ فعل کا ترجمہ دوسرے الفاظ اور متعلقات وغیرہ کے اخیر میں لانا فصیح سمجھا جاتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ اے مولیٰ کریم تو میرے حال پر رحم فرما اور مجھے بخش دے، اس لیے کہ میں خواہشِ نفسانی کے پھندے میں پھنسا ہوا ہوں اور اس کی وجہ سے اعمالِ حسنہ مجھ سے سرزد نہیں ہوتے۔ اگر تو مجھ پر رحم و کرم کی نظر نہ کرے گا تو میرا کہیں ٹھکانا نہ لگے گا اور نفس کی خواہشات کے ہاتھوں سے تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔

ندارَیم غیر از تو فریاد رس	**توئی عاصیاں را خطا بخش و بس**
ہم تیرے سوا کوئی فریاد رس نہیں رکھتے ہیں	تو ہی ہے گنہگاروں کی خطا بخشنے والا اور بس

شرح ندارَیم جمع متکلم نفی فعل مضارع معروف کا صیغہ ہے داشتن مصدر سے۔ غیر از تو بمعنی تیرے سوا۔ فریاد رس اسم فاعل ترکیبی ہے بمعنی فریاد کو پہنچنے والا۔ توئی

بمعنی تو ہی ہے کیونکہ جب لفظ تو اور یائے خطابی دونوں ایک جگہ آتے ہیں تو حصر اور تاکید کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ عاصیاں لفظ عاصی کی فارسی جمع ہے، بمعنی گنہگاران، را علامت اضافت ہے خطا بخش اسم فاعل ترکیبی ہے اور خطا سے مراد گناہ ہے، پس خطا بخش، بمعنی گناہ کا بخشنے والا۔ واؤ عاطفہ بمعنی اور۔ بس بمعنی کفایت میکنی تو و حاجتِ دیگرے نیست، تو کافی ہے۔

حاصل مطلب یہ کہ اے مولیٰ کریم ہم لوگوں کا تیرے سوا کوئی دوسرا فریاد رس اور مدد کنندہ نہیں ہے اور ہمارے گناہ بخشنے کے لیے تیری ہی ذات پاک کافی ہے کسی دوسرے کی بالکل حاجت نہیں۔ گویا کہ پہلے مصرعہ میں اشارہ ہے آیۂ کریمہ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ کی طرف، اور دوسرے مصرعہ میں اشارہ ہے آیۂ متبرکہ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ کی جانب۔

نگہ دار مارا از راہِ خطا	**خطا درگذار و صوابم نما**
تو ہم کو خطا کی راہ سے محفوظ رکھ	خطا کو معاف کر دے اور راہِ راست مجھ کو دکھا

شرح اس جگہ لفظ نگہ مفعول بہ ہے لفظ دار کا اور دار صیغۂ واحد حاضر فعل امر ہے داشتن سے اور یہ نگہدار اسم فاعل ترکیبی نہیں ہے۔ مارا بمعنی ہم کو، مجھ کو۔ ز راہِ خطا بمعنی خطا کی راہ سے۔ درگذار بمعنی معاف فرما۔ اس میں لفظ در زائدہ ہے اور گذار امر کا صیغہ ہے گذاشتن سے۔ و بمعنی اور۔ صواب راہِ راست مقابل خطا۔ م مفعول بمعنی مجھ کو۔ نما بمعنی دکھا امر کا صیغہ ہے نمودن سے۔

اس شعر میں اس آیۂ کریمہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ الخ کی طرف اشارہ ہے اور نیز اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کھینچنے اور خطِ مستقیم کو راہِ راست فرمانے اور دوسرے خطوطِ کج کو راہِ شیطان فرمانے کا بیان ہے اور اس کی شکل اس طرح سے ہے۔ 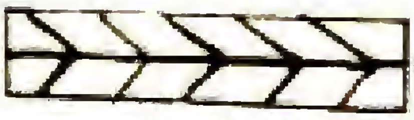

حاصل حاصل یہ ہے کہ اے خدا تو ہم کو خطا اور گناہ کی راہ سے (کہ وہ شیطان مردود کی راہ ہے) محفوظ اور نگاہ رکھ۔ اور اگر بمقتضائے بشریت و اغوائے شیطانِ لعین ہم سے خطا اور گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو معاف فرما دے اور مجھ کو راہ راست دکھلا دے اور اس راہ راست پر مجھ کو پہنچا دے اور وہ راہ راست انبیاء اور صلحاء کی راہ ہے جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔

در ثنائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اللہ تعالیٰ ان پر رحمت اور سلام بھیجے

شرح ثنا بمعنی تعریف و نعت۔ اور پیغمبرؐ سے مراد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں لفظ صلّی ماضی کا صیغہ ہے دعا کے مقام میں آنے سے مضارع کے معنی میں ہو گیا یعنی رحمت بھیجے، اسی طرح سلّم بھی ماضی بمعنی مضارع ہے یعنی سلام بھیجے،

ثنائے محمدؐ بود دلپذیر	زباں تا بود در دہاں جائگیر
(حضرت) محمدؐ کی تعریف دل پسند ہے گی	زبان جب تک کہ منہ میں قائم ہے

شرح زباں عضو معروف (جس کا جرم صغیر اور جُرم کبیر ہونا مشہور ہے) تا کلمۂ غایت متضمن معنی شرط بمعنی جب تک جس وقت تک۔ بود فعل مضارع بودن سے جس کے معنی ہونا اور رہنا ہیں، در دہاں منہ میں۔ دہاں کا مخفف دہن بھی مستعمل ہوتا ہے جائگیر (جگہ لینے والی۔ قائم۔ ثابت) اسم فاعل ترکیبی ہے مرکب ہے لفظ جائی سے جو اسم ہے اور لفظ گیر سے جو فعل امر ہے گرفتن سے اور اس کو اسم فاعل سماعی بھی کہا جاتا ہے۔ دلپذیر (دل کی قبول کی ہوئی۔ دل پسند) اسم مفعول ترکیبی ہے مرکب

بے لفظ دل اور لفظ پذیرے جو امر کا صیغہ ہے پذیر فتن سے۔

حاصل حاصل شعر یہ ہے کہ جس وقت تک میرے منہ میں زبان قائم اور گویا ہے یعنی جب تک کہ میں زندہ ہوں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور ثنا مجھے دل پسند رہے گی۔

حبیبِ خدا اشرفِ انبیا	**کہ عرشِ مجیدش بود متکا**
محبوب خدا کے بزرگ تر سب پیغمبروں کے	کہ عرش اعظم ان کا تکیہ گاہ بنا

شرح حبیب بمعنی محبوب و دوست۔ خدا فارسی میں اسم ذات ہے جس کی عربی لفظ اللہ ہے اشرف بزرگ تر بہت بزرگ انبیا نبی کی جمع ہے بمعنی پیغمبر خدا۔ کاف وصفی۔ عرش تخت اللہ تعالیٰ کا۔ مجید بمعنی اعظم۔ بزرگ۔ شین اصل میں مضاف الیہ ہے متکا کا۔ یعنی اصل میں "متکاش" تھا شعر کی وجہ سے تقدیم و تاخیر ہوگئی اور بود اس جگہ بمعنی بوده است کے ہے۔ متکا بمعنی تکیہ گاہ و مسند۔

حاصل حاصل شعر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوبیتِ مطلقہ کا مرتبہ حاصل تھا جس کی وجہ سے جنابِ ایزدی میں آپ کے جملہ اقوال۔ افعال۔ اعمال۔ احوال ظاہر و باطن کے مرغوب و محبوب تھے اور آپ کا کوئی کام اللہ تعالیٰ کی رضا سے جدا اور اس کے خلاف نہ ہوتا تھا اور آپ سب پیغمبروں میں اشرف اور افضل ہیں آپ کے مرتبہ کے برابر کسی کا مرتبہ نہیں۔ اور آپ ایسے عظیم الشان اور بلند پایہ ہیں کہ عرشِ بزرگ باوجود اپنی اس قدر بزرگی اور علو پائے گی کے شبِ معراج میں آپ کا تکیہ گاہ اور مسند واقع ہوا چنانچہ بعد والا شعر معراج کی طرف مشعر ہے۔

سوارِ جہانگیر یکراں براق — کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

براق تیز رفتار کے ایسے جہانگیر سوار — کہ گذر گئے نیلی چھت والے محل سے

شرح سوار معروف جس کو عربی میں راکب کہتے ہیں۔ جہانگیر (جہان کے لینے والے) اسم فاعل ترکیبی ہے گرفتن سے۔ یکراں خوبصورت اور تیز رفتار گھوڑا۔ اور وہ گھوڑا سرخ رنگ جس کی گردن اور دُم کے بال سفید ہوں اور اس کو بھی کہتے ہیں جس پر ایک سوار کے سوا اور کوئی سوار نہ ہو۔ بُراق وہ چوپایہ جس پر شبِ معراج میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے تھے اس کا قد خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ بگذشت (اوپر گئے۔ گذر گئے) ماضی کا صیغہ ہے گذشتن سے۔ قصر بمعنی محل۔ نیلی نیل کی طرف منسوب رواق چھجا۔ چھت۔ قصر نیلی رواق سے اس جگہ آسمان مراد ہے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ آپ ایسے سوار ہیں کہ آپ کی سواری کے واسطے براق یکراں لایا گیا اور شبِ معراج میں آسمانوں سے گذر کر حضورِ الٰہی اور قربِ الٰہی سے مشرف ہوئے۔ بَلَغَ الْعُلٰی بکمالہٖ کشف الدجیٰ بجمالہٖ حسنت جمیع خصالہٖ صَلُّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ۔

خطاب بہ نفس

خطاب نفس سے

چہل سالِ عمرِ عزیزت گذشت — مزاجِ تو از حالِ طفلی نہ گشت

(اگرچہ) چالیس سال تیری پیاری عمر کے گذر گئے — (لیکن) تیرا مزاج لڑکپن کی حالت سے نہ بدلا

شرح خطاب بمعنی بات چیت۔ نفس جی۔ چہل بمعنی چالیس۔ سال بمعنی برس۔ چہل سال

کنایہ ہے عمر بسیار سے۔ عمر زندگانی۔ عزیز کمیاب۔ پیاری شے۔ گذشت بمعنی رفت و بسر شد۔ مزاج ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ملانا اور نیز وہ سرشت اور کیفیت جو چاروں عنصر (خاک ۱۔ باد ۲۔ آب ۳۔ آتش ۴) کے امتزاج سے حاصل ہوتی ہے۔ حال حالت طفلی لڑکپن اس کے آخر میں یائے مصدری ہے۔ نگشت تبدیل نہ ہوا نہ بدلا۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ اے شخص تیری عمر جو کہ نہایت نایاب شے تھی بہت سی گذر گئی اور ختم کے قریب پہنچی لیکن اب تک تیری عادت لڑکپن ہی کی سی ہے اب تو غفلت چھوڑ اور ہوشیار ہو کر سفر آخرت کی تیاری کر یہ خواب خرگوش کب تک؟ اگرچہ مصنف نے اپنے نفس کو خطاب کیا ہے مگر اس سے دوسروں کو بھی سمجھانا مقصود ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

همه با هوا و هوس ساختی	دمے با مصالح نپرداختی
تمام (عمر) تو نے ہوا اور حرص کے ساتھ موافقت کی	اور ایک گھڑی (بھی) نیکیوں کے ساتھ مشغول نہ ہوا

شرح ہمہ بمعنی ہمہ عمر۔ یا ہمہ وقت۔ یا ہمہ دم۔ یعنی (عمر بھر۔ یا ہر وقت۔ یا ہر دم) با ساتھ ہوا حرص۔ ہوس خواہش نفسانی۔ ساختی بمعنی موافقت کردی و ساز نمودی۔ دمے بیائے وحدت بمعنی یک دم و یک ساعت۔ مصالح جمع مصلحت بمعنی نیکی اور نیز وہ چیزیں جن سے کسی چیز کی درستی ہو۔ نپرداختی بمعنی مشغول نشدی و توجہ و التفات نمودی، نفی فعل ماضی ہے پرداختن سے۔

حاصل حاصل یہ کہ تو تمام عمر شیطانی کاموں کے ساتھ جو کہ حرص اور ہوس ہیں سے موافقت کرتا رہا اور شیطان کے کہنے اور سکھانے پر چلا گیا اور اعمال صالح میں جو رحمانی کام ہیں تھوڑی دیر بھی دل نہ لگایا ؎

ببیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

مباش ایمن از بازیِ روزگار	مکن تکیہ بر عمرِ ناپائدار
زمانہ کی بازی سے بے خوف مت ہو	ناپائدار زندگی پر بھروسہ مت کر

شرح مکن مت کر۔ نہ کر۔ صیغہ واحد حاضر فعل نہی ہے کردن سے۔ تکیہ بھروسہ اعتماد۔ بر اوپر۔ عمر زندگی۔ ناپائدار بے ثبات۔ مباش مت ہو صیغہ واحد حاضر فعل نہی بودن سے۔ ایمن بے خوف ونڈر۔ از سے۔ بازی کھیل مراد گردشِ روزگار زمانہ۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ اگر تیرا یہ خیال ہو کہ ابھی بہت سی عمر پڑی ہے جلدی ہی کیا ہے چند روز عیش وعشرت میں بسر کرکے اور طرح طرح کے مزے اڑا کر توبہ کرلوں گا اور پھر آخر عمر تک اعمالِ صالحہ میں مصروف رہوں گا تو اس کی نسبت یہ یقین کرلے اور خوب اچھی طرح سے سمجھ لے کہ عمر بالکل ناپائدار اور بے ثبات چیز ہے اس پر بھروسہ مت کر معلوم نہیں کس وقت پیغام موت آ پہنچے، اور بالفرض اگر تو زیادہ دنوں تک بھی زندہ رہے تو کیا عجب ہے کہ زمانہ کی گردش سے تو قابل اعمال صالحہ کرنے کے نہ رہے اور تیرے پیچھے کوئی ایسی آفت اور رنج لگ جائے کہ تجھ کو موقع نہ دے پس عمر اور حالتِ موجودہ کو غنیمت سمجھ کر اعمالِ صالحہ میں دل کو لگا اور غفلت کو بالکل چھوڑ اور منجملہ اعمالِ صالحہ کے ایک بہت عمدہ اور عام طور پر نفع رساں عمل کرم ہے جس کا بیان ابھی آتا ہے۔

درمدحِ کرم[عہ]

کرم کی تعریف میں

عہ یعنی ایں بیان ثابت ست در مدح کرم مراد از کرم شرافت است ۱۲ منہ

بشد نامدارِ جہانِ کرم	دلا ہر کہ بنہاد خوانِ کرم
وہ کرم کے جہان کا نامدار ہوا	اے دل جس نے احسان کا خوان رکھا

شرح مدح تعریف۔ لفظ کرم عام اور شامل ہے جمیع مکارم پر کیونکہ کرم کے معنی بخشیدن اور مروت نمودن اور بزرگوار شدن۔ اور گناہ بخشیدن۔ اور احسان مہربانی نمودن کے ہیں مثلاً بر خلاف سخاوت کے کردہ بہ معنی بخشیدن کے ہے، سخاوت کرم کی ایک خاص فرد ہے، پس کرم کے بعد سخاوت کا ذکر تخصیص ہوگی بعد تعمیم کے اور اشارہ ہوگا سخاوت کے فرد اشرف ہونے کی طرف۔ نامدار نامور و بمعنی سردار و مشہور۔

حاصل حاصل یہ کہ جو شخص کرم کرتا رہتا ہے اور مہمانوں و مسافروں کو اپنی توفیق کے موافق آب و نان اور نقد جنس دے کر خوش و خرم رکھتا ہے وہ شخص کرم کے ملک کا سردار مشہور ہو جاتا ہے، جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حاتم طائی وغیرہ،

کرم کامگارِ امانت کند	کرم نامدارِ جہانت کند
کرم مقصد ور امان کا تجھ کو کرے گا	کرم سردار جہان کا تجھ کو کرے گا

شرح جہاںؔ۔ ماسوا اللہ کے اس کی عربی عالم ہے۔ کامگار کامیاب و مقصد ور۔ اماںؔ پناہ۔ جہانت اور امانت دونوں میں تائے مفعولی ہے بمعنی ترا۔ اور کند بمعنی مستقبل۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ کرم کرنے سے تو جہاں بھر میں مشہور ہو جائے گا اور اس کے سبب سے سب آفتوں اور برائیوں سے تو امان اور پناہ میں رہے گا۔

فائدہ مصرعۂ ثانیہ میں بجائے اماں کے زماں بمعنی زمانہ اور عیاں بمعنی مشاہدہ حق تعالیٰ

ایک نسخہ میں ہے۔

وزیں گرم تر ہیچ بازار نیست	ورائی کرم در جہاں کار نیست
اور اس سے رونق دار زیادہ کوئی بازار نہیں ہے	سوائے کرم کے جہاں میں کوئی کام نہیں ہے

شرح ورا بمعنی سوا امراد بڑھ کر۔ کار کے آخر سے یائے تنکیر محذوف ہے اور کارے نیست سے یہ مقصود ہے کہ کارے بہتر و پسندیدہ نیست اور اس میں اشارہ ہے طرف مبالغۂ وصف کرم کے۔ گرم تر بمعنی خوب تر و پسندیدہ و رونق پذیر تر۔ ہیچ بازار نیست یعنی بازارے از بازار ہائے عمل نیست۔

حاصل حاصل یہ کہ کرم سے بڑھ کر جہاں میں دوسرا کام نہیں اور اس سے پسندیدہ اور خوب تر کوئی عمل نہیں۔

کرم حاصلِ زندگانی بود	کرم مایۂ شادمانی بود
کرم نفع زندگانی کا ہے	کرم پونجی خوشی کی ہے

شرح مایہ بمعنی پونجی اور اصل شئی اور خلاصہ و برگزیدہ۔ شادمانی اس کے آخر میں یائے مصدری ہے بمعنی شاد بودن و خوش بودن و خوشی۔ حاصل نفع و نتیجہ و پیداوار و ثمرہ

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ جس نے کرم کیا اسی کو اصل خوشی اور زندگانی کا نفع حاصل ہوا اور جس نے اس کو نہ کیا اصل خوشی سے محروم رہا اور زندگی کا ثمرہ نہ پایا۔

دلِ عالمے از کرم تازہ دار　　جہاں راز بخشش پُر آوازہ دار

دل تمام عالم کا کرم سے خوش رکھ　　جہاں کو بخشش سے بھرا ہوا شہرت کا رکھ

شرح دل عضو معروف۔ عالَمے جہان۔ تازہ خوش وخرم۔ دار (رکھ) صیغہ امر کا ہے داشتن سے۔ پُر آوازہ۔ شہرت سے بھرا ہوا۔

حاصل پہلے مصرعہ کا حاصل یہ ہے کہ کرم کرکے لوگوں کے دلوں کو خوش کرتا رہ تاکہ تجھ کو خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل ہوتی رہے ؎ اور دوسرے مصرعہ کا حاصل یہ ہے کہ اس قدر بخشش کر کہ اس کی وجہ سے جہاں میں تیری شہرت ہوجائے اور تیرے آوازۂ کرم سے جہاں پُر ہوجائے اور اس میں دوسرے کی گنجائش ہی نہ رہے اور یہ غایت مبالغہ ہے ترغیب کرم و بخشش ہیں۔

ہمہ وقت شو در کرم مستقیم　　کہ ہست آفرینندۂ جان کریم

ہر وقت ہو کرم میں ثابت قدم　　اس لیے کہ جان کا پیدا کرنے والا کریم ہے

شرح ہمہ وقت یعنی ہر وقت و ہمیشہ۔ شَو (ہو) فعل امر ہے شدن سے۔ مستقیم ثابت و قائم اور جو چیز کہ سیدھی کھڑی ہو۔ اور سیدھا کا ضد ہے ٹیڑھے کی۔ کاف علت کا ہے۔ آفرینندۂ جان سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کیونکہ جان حادث و مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے۔ کریم کرم کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے اور کریم کی تفصیل و تشریح اس کتاب کے پہلے شعر میں گذر چکی ہے۔

حاصل حاصل شعر یہ ہے کہ ہمیشہ اور ہر وقت کرم کرنے پر مستعد رہ کیونکہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور اپنی ذات کو متصف باخلاقِ خداوندی کرنے کا حکم حدیث نبوی تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ سے ثابت اور وارد ہے۔

در صفتِ سخاوت

سخاوت کی تعریف میں

شرح سخاوت بمعنی بخشیدن وبہرہ دادن از نعمت بدیگراں۔ کرم اور سخاوت کے متعلق فرق وغیرہ کا بیان گذر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کرم عام ہے اور سخاوت اس کی ایک فردِ خاص واشرف ہے اور چونکہ اس کی فضیلت میں وارد ہے السخاء خلق اللّٰہ الاعظم اور یوں بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سخاوت ایک درخت ہے بہشت کے درختوں میں سے کہ اس کی شاخیں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں پس جو شخص ان شاخوں میں سے کسی شاخ کو پکڑ لیتا ہے وہ شاخ اس کو بہشت کی طرف کھینچ لی جاتی ہے۔ اسی طرح اور بہت کثرت سے اس کے فضائل وارد ہوئے ہیں اس لیے مصنف اس کا بیان کرتے ہیں اور اس کی ترغیب میں فرماتے ہیں۔

سخاوت کند نیک بخت اختیار	**کہ مرد از سخاوت شود بختیار**
سخاوت کو کرتا ہے نیک بخت آدمی اختیار	کیونکہ آدمی سخاوت سے ہوتا ہے نصیبہ ور

شرح کند (کرتا ہے) مضارع ہے کردن سے۔ نیک بخت خوش قسمت وخوش نصیب شود (ہوتا ہے) مضارع ہے شدن سے۔ بختیار کے دو مفہوم ہیں ایک تو یہ کہ سخی خود مددگار بخت اور نصیب کا ہوتا ہے اور یہ کمال مبالغہ پر دلالت کرتا ہے دوسرا یہ کہ بخت اور نصیب سخی کا مددگار ہوتا ہے اور اسی کا حاصل ہے نصیبہ ور۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ خوش قسمت اور نیک طالع آدمی ہمیشہ سخاوت کو اختیار اور پسند کرتا ہے اور اس کو بخل پر ترجیح دیتا ہے اس لیے کہ وہ جانتا ہے کہ انسان سخاوت کے سبب سے بختیار اور مقبول عند اللہ ومحبوب عند الناس ہو جاتا ہے۔

بلطف و سخاوت جہانگیر باش	در اقلیم لطف و سخا میر باش
مہربانی اور سخاوت سے جہاں کا لینے والا رہ	مہربانی اور سخاوت کے ملک میں سردار رہ

شرح لطف کے اول میں بائے استعانت اور بائے وسیلہ ہے اور لطف بمعنی نرمی و مہربانی و نرم خوئی و پاکیزگی و ملنساری۔ باش (رہ) امر کا صیغہ ہے بودن سے اقلیم ملک و ولایت یعنی ربع مسکون کا ساتواں حصہ۔ اقالیم اسی کی جمع ہے۔ سخا سخاوت۔ میر مخفف امیر بمعنی سردار و رئیس۔

حاصل حاصل شعر یہ ہے کہ لطف اور سخاوت ایسی عمدہ صفتیں ہیں کہ ان کی وجہ سے لوگ مسخر اور فرمانبردار ہو جاتے ہیں اور اس کے صاحب کو امیری و سرداری کا مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے اور یہ مضمون گلستان میں بھی لائے ہیں ؎

بشیریں زبانی و لطف و خوشی توانی کہ پیلے بموئے کشی

سخاوت بود کار صاحبدلاں	سخاوت بود پیشۂ مقبلاں
سخاوت ہے کام صاحبدلوں کا	سخاوت ہے پیشہ اقبال مندوں کا

شرح کار۔ کام۔ صاحبدلاں فارسی جمع ہے صاحبدل کی یعنی وہ لوگ جن کا دل خدا کی یاد سے زندہ ہو۔ اسی طرح مقبلاں فارسی جمع ہے مقبل کی بمعنی صاحبِ اقبال و اقبال مند۔ اور منہ لگا اور عزت دار آدمی جس کی بات کو حاکم مانتا ہو۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ جو لوگ صاحب دل اور اقبال مند ہوتے ہیں وہ سخاوت کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اس تعریف کے مصداق بنتے ہیں وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّاَسِيرًا[1]

ل[1] اور کھلاتے ہیں کھانا مسکین اور یتیم اور اسیر کو باوجود اس کی محبت کے ۱۲ منہ

سخاوت مسِ عیب را کیمیاست	**سخاوت ہمہ دردہا را دواست**
سخاوت عیب کے تانبے کے واسطے کیمیا ہے	سخاوت تمام دردوں کے لیے دوا ہے

شرح مس تانبا اور مسِ عیب میں اضافت تشبیہی ہے یعنی جو مس کے مانند ہوتا ہے کیمیا اس علم اور صنعت کا نام ہے جس میں نباتات مخصوص وغیرہ کے استعمال سے تانبے وغیرہ کو سونا اور چاندی بنانے کا بیان ہوتا ہے ہمہ تمام اور سب دردہا فارسی جمع ہے درد کی۔ اور ہمہ دردہا عام اور شامل ہے دنیا اور آخرت دونوں کے دردوں اور آفتوں کو۔ دوا وہ چیزیں جن کے ذریعہ سے بیماریوں کے دور کرنے کی کوشش اور سعی کی جاتی ہے

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ سخاوت آدمی کے عیبوں کو چھپا دیتی ہے جیسے کیمیا تانبے کو سونا بنا کر اس کے عیب کو چھپا دیتی ہے۔ اور سخاوت دنیا اور آخرت کے تمام دردوں کے لیے دوا ہے جیسا کہ حدیث نبوی میں وارد ہے اَلصَّدَقَةُ تَرُدُّ الْبَلَاءَ (یعنی صدقہ رد کر دیتا ہے بلا کو)۔

مشو تا تواں از سخاوت بری	**کہ گوئے بہی از سخاوت بری**
جب تک تجھ سے ہو سکے سخاوت سے بیزار مت ہو	کیونکہ تو بہتری کی گیند سخاوت سے لے جائے گا

شرح مشو (مت ہو) فعل نہی ہے شدن سے۔ تا تواں بمعنی حتی الامکان، اور اپنے مقدور بھر، اور جب تک تجھ سے ہو سکے۔ لفظ تواں میں حرفِ اول کو پیش پڑھنا چاہیے زبر نہ پڑھنا چاہیے۔ پہلے مصرعہ میں لفظ بری اسم ہے بمعنی بیزار اور ناخوش کے اور دوسرے مصرعہ میں فعل مضارع ہے بردن سے گوئی بمعنی گیند بہی اس جگہ بہتری اور بھلائی کے معنی میں ہے، اور گوئی بہی بردن کا مطلب ہے بہتری میں سبقت حاصل کرنا اور اس صفت میں اوروں سے بڑھ جانا۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ حتی الامکان سخاوت سے جُدا اور بیزار مت ہو یعنی سخاوت کو ترک مت کر کیونکہ تو اس کے سبب سے بہتری و بہبودی حاصل کرے گا اور نیکنام انام ہو جائے گا۔

در مذمّتِ بخیل[عـه]

بخیل کی مذمت میں

شرح مذمت برائی و ہجو و بدی۔ بخیل کنجوس۔ اب تک سخاوت کا بیان تھا جس سے سخی کی تعریف سمجھی گئی تھی اور بخیل اس کا مقابل ہے اس لیے اس کی مذمت کا بیان بہت مناسب ہے۔ بخیل وہ ہے جس میں بخل پایا جاتا ہو اور بخل کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کا خرچ کرنا شرعًا یا مروّۃً ضروری ہو اس میں تنگدلی کرنا۔ چونکہ یہ صفات رذیلہ میں سے ہے اس لیے اس کا علاج ضروری ہے، اور وہ اس طرح سے ہے کہ مال کی محبت کو دل سے نکال ڈالے اور حبِ مال کے نکالنے کا یہ طریق ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کیا کرے اور مدتوں کے لیے لمبے منصوبے اور سامان نہ کرے اور نہ سوچے، اور جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو اُسے اپنی طبیعت پر زور ڈال کر کسی کو دے ڈالا کرے اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو سہارے جب تک کہ بخل اور کنجوسی کا اثر بالکل دل سے نہ نکل جائے اسی طرح کیا کرے، اگر اس صفتِ رذیلہ کو اپنے اندر باقی رکھا تو دنیا اور آخرت دونوں کے نقصان حاصل ہوں گے۔ دنیا کا نقصان تو یہ ہوگا کہ یہ شخص لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و بے قدر رہے گا اور لوگ اس کے دشمن ہو جائیں گے۔ اور آخرت کا نقصان یہ ہوگا کہ زکوٰۃ نہ دینے اور قربانی وغیرہ نہ کرنے اور کسی محتاج کی مدد نہ کرنے اور اپنے غریب رشتہ داروں کے ساتھ

عـه بعض نسخوں میں بخیل کی جگہ بخل ہے اور یہ بھی صحیح ہے ۱۲

سلوک نہ کرنے کی وجہ سے گناہ ہوگا اور اس کی وجہ سے یہ شخص قیامت کے دن سزا پائے گا۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

اگر چرخ گردد بکام بخیل	**ور اقبال باشد غلامِ بخیل**
اگر آسمان گردش کرے موافق مقصد بخیل کے	اور اگر اقبال ہووے غلام بخیل کا

شرح اگر حرف شرط چرخ آسمان وچرخی اور گھومنے والی چیز اور گریبان کرتے وغیرہ کا اس جگہ معنیٔ اوّل مراد ہیں گردد گردش کرے۔ گھومے۔ پھرے) مضارع ہے گردیدن کا۔ بکام میں با بمعنی موافق ہے اور کام بمعنی تالو و آرزو وخواہش و مراد و مقصد۔ اس جگہ معنی اوّل کے سوا ہر ایک معنی لے سکتے ہیں بخیل کی تحقیق گذر چکی ور مخفف ہے واگر کا اقبال اچھی قسمت و خوش نصیبی۔ سامنے آنا دولت اور نصیبہ کا، یہ مقابل ہے ادبار کا جو بمعنی بدبختی ہے، غلام۔ بندہ۔ نوکر۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ اگر آسمان بخیل کی مراد اور مرضی وخواہش کے موافق پھرے یعنی جس چیز کے واسطے بخیل کا دل چاہے بحکم خداوندی آسمان کی گردش سے اس کو حاصل ہو جائے اور اگر اقبال وخوش نصیبی بخیل کا غلام بن جائے۔

یہ بیت مع دو اگلی بیتوں کے قطعہ بند ہے یعنی ان تین بیتوں کے پانچ مصرعے تردید کی قسم سے بطریق شرط کے واقع ہوئے ہیں اور ایک مصرعہ جو کہ درحقیقت چھٹا مصرعہ (نیز دِ بخیل آنکہ نامش بری) ہے جزا واقع ہوا ہے اور ان سب بیتوں کا مجموعہ جملہ شرطیہ ہے۔

وگر در کفش گنجِ قارون بود	**وگر تابعش ربعِ مسکون بود**
اور اگر اس کے ہاتھ میں خزانہ قارون کا ہو	اور اگر اس کا تابع تمام جہان ہو

شرح در کفش میں ضمیر شین راجع ہے طرف بخیل کے کف ہتھیلی مراد ہاتھ۔ در کف بودن

عبارت ہے قبضہ اور اختیار میں ہونے اور حاصل ہونے سے۔ گنج خزانہ۔ گنجِ قارون سے مراد گنجِ کلاں اور مالِ بسیار۔ قارون ایک بہت بڑے مالدار بخیل کا نام ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا زکوٰۃ نہ دینے اور موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ تابعش کی ضمیر شین بھی بخیل کی طرف پھرتی ہے۔ تابع فرمانبردار۔ رُبع چوتھائی مسکون سکونت کی گئی جگہ۔ رُبعِ مسکون مجموعہ سے تمام دنیا مراد ہے کیونکہ اگلے حکیموں کی تحقیق کے موافق کرۂ زمین کا چوتھائی حصہ آباد ہے اور زمین کے تین حصے غیر آباد اور پانی وغیرہ کے تحت میں آ ہیں۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ چاہے بخیل کو گنجِ کلاں اور مالِ بسیار مل جائے اور چاہے اس کی فرمانبردار تمام دنیا بن جائے۔

وگر روزگارش کند چاکری	**نیرزد بخیل آنکہ نامش بری**
اور اگر زمانہ (بضرورت) اس کی چاکری کرے	(تو بھی) بخیل اس لائق نہیں کہ تو اس کا نام لے

شرح روزگار زمانہ مراد اہلِ زمانہ۔ ضمیر شین اسی بخیل کی طرف راجع ہے اور مضاف ہے چاکری کا۔ چاکری خدمت گاری و نوکری اس کے آخر میں یائے مصدری ہے نیرزد صیغہ واحد غائب نفی فعل مضارع ہے ارزیدن سے یعنی لیاقت نہیں رکھتا سزاوار نہیں۔ بخیل فاعل ہے نیرزد کا آنکہ کی اصل ہے آنکہ۔ نامش یعنی نام بخیل۔ بری (تو لے جائے۔ تو لے) واحد حاضر فعل مضارع ہے بُردن سے۔

حاصل پہلے مصرعہ کا حاصل یہ ہے کہ چاہے ضرورت کی وجہ سے اہلِ زمانہ بخیل کی چاکری اور خدمت گاری کرنے لگیں۔ یہ مصرعہ شرطِ خامس ہے اور اس شعر کا دوسرا مصرعہ یعنی نیرزد بخیل آنکہ نامش بری ان سب شرطوں کی جزا ہے یعنی باوجود ان اوصافِ مذکورۂ بالا کے (جو کہ پانچ وصف ہیں) بخیل اس بات کی بھی لیاقت نہیں

رکھتا کہ اے مخاطب تو اس کا نام اپنی زبان سے لے۔ اور واقعی امر بھی یہی ہے کہ لوگ بخیل کے نام لینے کو بھی نحوست سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی۔

فائدہ اکثر مطبوعہ نسخوں میں مصرعہ نیز زد بخیل الخ پہلے لکھا ہوا ہے اور مصرعہ وگر روزگارش الخ اس کے بعد دوسرا مصرعہ قرار دیا گیا ہے لیکن اس طرح بظاہر صحیح و درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ جزا یا تو شرط سے مؤخر مذکور ہوتی ہے یا شرط پر مقدم آتی ہے۔ جزا کو شرطوں کے درمیان لانا معمول نہیں ہے۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب۔

مبر نامِ مال و منالِ بخیل	مکن التفاتے بمالِ بخیل
داور) مت لے نام بخیل کے مال واسباب کا	نہ کر کچھ بھی التفات بخیل کے مال کی طرف

شرح مکن (مت کر) واحد حاضر فعل نہی ہے کردن سے۔ التفاتے کے آخر میں یائے تحقیر و تقلیل ہے۔ التفات آنکھ کے گوشہ سے دیکھنا۔ کن انکھیوں سے دیکھنا۔ توجہ کرنا۔ بمال میں با معنی طرف ہے مبر (مت لے جا۔ مت لے) واحد حاضر فعل نہی ہے بُردن سے۔ منال۔ رختِ خانگی، اثاث البیت گھر کا اسباب۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ اے مخاطب بخیل کا مال واسباب اس قابل نہیں کہ تو اس کو گوشۂ چشم سے دیکھے یا اس کا نام لے کر اپنی زبان کو ملوث کرے۔ غرض کہ اس سے بہر طور پرہیز لازم و مناسب ہے۔

بہشتی نباشد بحکمِ خبر	بخیل ار بود زاہدِ بحر و بر
جنتی نہ ہوگا موافق حکمِ قولِ پیغمبر کے	بخیل اگرچہ تری و خشکی میں عبادت کرنے والا ہو

شرح ار (اس جگہ بمعنی اگرچہ۔ زاہد اس کو کہتے ہیں جس میں زہد کی صفت پائی جائے اور زُہد کی حقیقت یہ ہے کہ کسی رغبت کی چیز کو چھوڑ کر اس سے بہتر چیز کی طرف

مائل ہونا مثلاً دنیا کی رغبت کو علیحدہ کر کے آخرت کی رغبت کرنا۔ بحر دریا۔ بر خشکی مقابل بحر۔ زاہد بحر و بر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا زاہد ہونا بحر و بر اور تمام عالم میں مشہور اور زبان زد ہو گیا ہو۔ بہشتی میں یائے فاعلی اور نسبتی ہے۔ نباشد (نہ ہوگا) نفی فعل مضارع ہے بودن سے۔ بحکم میں با بمعنی موافق ہے۔ خبر اس جگہ بمعنی قولِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔

حاصل بخیل کے بہشتی نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا بخل تو اسی کا مقتضی ہے کہ داخلِ بہشت نہ ہو۔ چاہے کسی دوسری وجہ سے داخلِ جنت ہو جائے یا یہ کہ جنت میں دخولِ اولی اس کو حاصل نہ ہوگا، اور وہ قولِ پیغمبر یہ ہے لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبٌّ وَلَا بَخِيلٌ وَلَا مَنَّانٌ یعنی مکار اور بخیل اور احسان رکھنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

بخیل ار چہ باشد توانگر بمال	**بخواری چو مفلس خورد گوشمال**
بخیل اگرچہ مال کے سبب سے طاقتور ہو جاتا ہے	(لیکن) بے عزتی کے ساتھ مفلس کی طرح تکلیف اٹھاتا رہتا ہے

شرح توانگر۔ طاقتور و مالدار۔ خواری ذلت و رسوائی و بے عزتی۔ اس کے آخر میں یائے مصدری ہے۔ چو بمعنی مانند۔ مفلس وہ جس کے پاس مال نہ ہو۔ یہ اسم فاعل ہے افلاس کا جو مصدر ہے باب افعال سے اور اس میں سلب کی خاصیت ہے پس مفلس کے معنی ہوئے فلس یعنی روپیہ پیسہ نہ رکھنے والا۔ خورد (کھاتا ہے) مضارع ہے خوردن کا۔ گوشمال کان مروڑنا۔ سزا دینا۔ یہاں گوشمال خوردن سے تکلیف اٹھانا مراد ہے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ اگرچہ بخیل آدمی بظاہر دولت مند اور طاقتور ہوتا ہے، لیکن ضرورت پر ضروری باتوں میں خرچ نہ کرنے کی وجہ سے محتاج اور مفلس کی طرح تکلیف ہی میں رہتا ہے اور ذلت گوارا کرتا ہے۔

سخیاں ز اموال بر می خورند	بخیلاں غم سیم و زر می خورند
سخاوت کرنے والے مال سے نفع حاصل کرتے ہیں	(اور) بخیل لوگ چاندی اور سونے کا غم کھاتے ہیں

شرح سخیاں سخی کی فارسی جمع ہے۔ اموال مال کی عربی جمع ہے۔ بر پھل و نفع و نتیجہ میخورند کھاتے ہیں صیغہ حال ہے خوردن سے اور برخوردن کنایہ ہے نفع اور فائدہ حاصل کرنے سے۔ بخیلاں بخیل کی فارسی جمع ہے۔ سیم چاندی زر سونا۔ غم سیم و زر خوردن کنایہ ہے ہر وقت مال جمع کرنے کی فکر میں رہنے سے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ سخی لوگ مال کو صرف کر کے دنیوی اور اخروی دونوں طرح کے فائدے اور منافع حاصل کرتے ہیں۔ لیکن بخیل لوگوں کو ہر وقت مال کے جمع کرنے کی فکر رہتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مال کو کبھی تو لوگ زندگی میں چرا اور چھین لیتے ہیں اور کبھی اس کے مرنے کے بعد اس مال کے متصرف اور مالک و قابض ہو جاتے ہیں اور یہ بخیل یونہی خالی ہاتھ چلا جاتا ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ ہو جاتا ہے۔

در صفتِ تواضع

تواضع کی تعریف میں

شرح تواضع عاجزی کرنا۔ فروتنی کرنا۔ انکساری۔ صفاتِ کمال میں اپنے آپ کو سب سے کم سمجھنا تواضع نہایت عمدہ صفت ہے اور تکبر بہت بری صفت ہے چنانچہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ یعنی جس شخص نے تواضع کی اللہ کے واسطے بلند مرتبہ فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے پس وہ شخص اپنے دل میں چھوٹا ہے اور لوگوں کی آنکھ میں بڑا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بے قدر کر دیتے ہیں پس وہ لوگوں کی آنکھ میں چھوٹا ہے اور اپنے

دل میں بڑا یہاں تک کہ وہ شخص لوگوں کے نزدیک کتے سور سے بھی زیادہ ذلیل وخوار ہو جاتا ہے"
روایت کیا اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں۔

فائدہ تواضع میں اپنے سے بڑے کی توقیر و تعظیم بھی داخل ہے امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امت میں داخل نہیں وہ شخص جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے۔

دلا گر تواضع کنی اختیار	**شود خلقِ دُنیا ترا دوستدار**
اے دل اگر تو عاجزی کو اختیار کرے گا	تو دنیا کی مخلوق تیری دوستدار ہو جائے گی

شرح کنی واحد حاضر فعل مضارع ہے کردن سے۔ شود واحد غائب فعل مضارع ہے شدن سے۔ خلق بمعنی مخلوق یعنی پیدا کردہ شدہ۔ دنیا بمعنی ایں جہاں۔ خلق دنیا میں اضافت بمعنی در ہے یعنی مخلوق در دُنیا۔ ترا میں را واسطے اضافت کے ہے۔ اور دوستدار بمعنی دوست دارندہ مضاف ہے اور تا مضاف الیہ۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جو شخص تواضع اختیار کرتا ہے لوگ اس سے دوستی اور محبت کرنے لگتے ہیں۔

تواضع زیادت کند جاہ را	**کہ از مہر پرتو بود ماہ را**
تواضع زیادہ کرتی ہے مرتبہ کو	جس طرح کہ سورج سے روشنی حاصل ہوتی ہے چاند کو

شرح جاہ۔ مرتبہ۔ مصرعہ ثانیہ کے اول میں کاف مثالیہ ہے اور بقول بعض تعلیلیہ۔ مہر آفتاب وسورج۔ پرتو عکس وروشنی۔ ماہ بمعنی چاند۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ اگر تو تواضع اختیار کرے گا تو تیرا مرتبہ بڑھ جائے گا، جیسے چاند کا مرتبہ سورج کے ساتھ تواضع کرنے سے بڑھ گیا یعنی چاند جو ابتدا

بے نور تھا اس کو سورج سے بدولت تواضع کے نور حاصل ہو گیا اور چاند کی تواضع آفتاب سے ظاہر امر ہے کہ چاند ہلال ہونے کی حالت میں خمیدہ ہوتا ہے تو گویا تواضع کر رہا ہے اور اس کا چند ہی روز میں یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بدر ہو جاتا ہے اور خوب روشن معلوم ہوتا ہے پس تمثیل محض حصول میں ہے یعنی جس طرح بموجب نور القمر مستفاد من نور الشمس کے ماہ یعنی چاند آفتاب سے نور حاصل کرتا ہے تو تواضع سے زیادتِ جاہ حاصل کرے گا جو مثل نور کے ہوگا۔

تواضع بود مایۂ دوستی تواضع ہوتی ہے پونجی دوستی کی	**کہ عالی بود پایۂ دوستی** اور بلند ہوتا ہے مرتبہ دوستی کا

شرح مایہ بمعنی متاع پونجی و اصل و سبب۔ دوستی کے آخر میں یائے مصدری ہے۔ دوسرے مصرعہ کے اول میں کاف بمعنی واو عاطفہ ہے۔ عالی بمعنی بلند و اونچا۔ پایہ بمعنی درجہ و مرتبہ و رتبہ و تخت و پاؤں۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ تواضع کے سبب سے جو لوگ پہلے سے دوست نہیں تھے وہ بھی دوست ہو جاتے ہیں اور جو لوگ پہلے سے دوست و آشنا ہوتے ہیں ان کی دوستی کا پایہ و مرتبہ تواضع کی وجہ سے عالی اور بلند ہو جاتا ہے یعنی وہ لوگ اپنے متواضع دوست سے اور زیادہ محبت و دوستی کرنے لگتے ہیں۔

یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ تواضع کے سبب سے لوگوں سے دوستی ہو جاتی ہے اور دوستی کو کوئی شئے حقیر اور کم رتبہ سمجھنا نہ چاہیئے بلکہ دوستی کا مرتبہ عالی اور بلند سمجھنا چاہیئے کیونکہ جس قدر منافع دوستی سے حاصل ہوتے ہیں دوسری شے سے بہت کم حاصل ہوتے ہیں، اور یہ مطلب بہت ہی ظاہر ہے۔

تواضع کند مرد را سرفراز	**تواضع بود سروران را طراز**
تواضع کرتی ہے انسان کو سربلند	تواضع ہوتی ہے سرداروں کے لیے زینت

شرح یہاں مرد سے ہر ایک انسان غیر سردار مراد ہے۔ سرفراز بمعنی سردار و سربلند ممتاز آدمی۔ سروراں جمع ہے سرور کی بمعنی سرواران۔ پہلے مصرعہ میں را مفعولی ہے اور دوسرے مصرعہ میں بمعنی برائے ہے یا علامت اضافت کی۔ طراز بمعنی زینت بخش اور آرائش دینے والی شئے اور کپڑے کا نقش اور بیل بوٹا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ تواضع سے ہر انسان غیر سردار کو سربلندی اور سرداری حاصل ہوتی ہے اور جو لوگ سردار اور حاکم ہوں ان کے واسطے تواضع زینت بخش اور آرائش دینے والی شے ہے۔

تواضع کند ہر کہ ہست آدمی	**نہ زیبد ز مردم بجز مردمی**
تواضع کرتا ہے وہ شخص جو کہ آدمی ہے	زیب نہیں دیتی ہے انسان کو (کوئی چیز) سوائے مروت کے

شرح آدمی کے آخر میں یائے نسبتی ہے یعنی منسوب بآدم علیہ السلام۔ مراد اولادِ آدم مطلقاً اس جگہ آدمی سے کامل اور سمجھدار آدمی مراد ہے۔ نہ زیبد بمعنی لائق زیبا نیست۔ مردمی۔ مروت و انسانیت۔

حاصل مطلب یہ کہ جو کامل اور سمجھدار لوگ ہیں وہ ضرور تواضع کرتے ہیں کیونکہ وہ لوگ سمجھے ہوئے ہیں کہ انسان کو بجز انسانیت کے اور کوئی چیز زیبا نہیں۔

تواضع کند ہوشمند گزیں	**نہد شاخ پُر میوہ سر بر زمین**
تواضع کرتا ہے ہوشمند برگزیدہ	جھکاتی ہے شاخ میوے لدی ہوئی سر کو زمین پر

شرح ہوشمند بمعنی صاحبِ ہوش و عاقل موصوف ہے اور گزیں بمعنی مقبول و برگزیدہ صفت ہے۔ شاخ موصوف پُر میوہ صفت یعنی میوہ سے بھری ہوئی ڈالی۔ نہد واحد غائب فعل مضارع ہے نہادن سے۔ سر بر زمین نہد بمعنی مائل بر زمین می شود۔

دوسرا مصرعہ مثال ہے اول کی یعنی عاقل آدمی ایسا ہے جیسے شاخ اور اس کی عقل اور ہوشمندی ایسی ہے جیسے میوہ سے پُر ہونا شاخ کا اور تواضع کرنا ایسا ہے جیسے جھکنا شاخِ پُر میوہ کا زمین کی طرف۔

حاصل مطلب یہ کہ عقلمند آدمی تواضع اختیار کرتا ہے اور لوگوں کے سامنے جھکتا ہے اور عاجزی و انکساری سے پیش آتا ہے جیسے میوہ سے لدی ہوئی ڈالی زمین کی طرف جھک پڑتی ہے۔

تواضع بود حرمت افزائے تو	**کند در بہشتِ بریں جائے تو**
تواضع ہوگی آبرو بڑھانے والی تیری	کرے گی بہشت برتر میں جگہ تیری

شرح حرمت بمعنی عزت و آبرو۔ حرمت افزا (عزت بڑھانے والی شے) اسم فاعل ترکیبی ہے افزودن سے۔ بہشت بمعنی جنت۔ بریں بمعنی برتر اور بہت اونچا۔ جائے۔ جگہ۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب تواضع سے تیری عزتِ موجودہ اور بڑھ جائے گی اور تو اس خوئے خوش کی وجہ سے جنت میں جگہ پائے گا کیونکہ تواضع سے لوگوں کے دل خوش ہوں گے اور اس سے خدا کی رضامندی حاصل ہوگی اور خدا

کی رضامندی بیشک بہشت میں لے جائے گی۔

تواضع کلید درِ جنت ست	**سرافرازی وجاہ رازینت ست**
تواضع کنجی بہشت کے دروازہ کی ہے	سربلندی اور مرتبہ کے واسطے آرائش ہے

شرح کلید۔ کنجی۔ در۔ دروازہ۔ سرافرازی۔ سربلندی۔ سرداری۔ اس کے آخر میں یائے مصدری ہے۔ جاہ مرتبہ۔ زینت۔ زیبائش۔ آرائش۔

فائدہ تقطیع کے وقت سرافرازی کا الف ضرورت شعریہ کی وجہ سے حذف ہوجائے گا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ تواضع جنت کا دروازہ کھلنے کے لیے کنجی ہے یعنی تواضع سبب اور باعث دخول جنت کا ہے۔ اور اس سے سرداری اور مرتبہ کی زینت ہوجاتی ہے۔

اس بیت کا مضمون آچکا ہے پھر اس طرح بیان کرنا تفنن عبارت ہے۔

کسے را کہ گردن کشی در سر ست	**تواضع ازو یافتن خوشتر ست**
ایسا شخص کہ گردن کشی اس کے سر میں ہے	تواضع کا اس سے پانا بہت اچھا ہے

شرح پہلے مصرعہ کی اصل عبارت اس طرح ہے کسیکہ گردن کشی در سراو حاصل ست اور گردن کشی بمعنی سرداری وسرکشی۔ اس کے آخر میں یائے مصدری ہے۔ دوسرے مصرعہ کی اصل یوں ہے "یافتن تواضع۔ یا تواضع یافتن ازو خوشتر ست"۔ اور خوشتر بمعنی بہتر بہت اچھا۔

حاصل مطلب یہ کہ اگر سردار اور گردن کش لوگ تواضع کریں تو ان کے لیے خوشتر اور بہتر ہے۔

کسے را کہ عادت تواضع بود	**زجاہ وجلالش تمتع بود**
ایسا شخص کہ اس کی عادت تواضع ہو	مرتبہ اور بزرگی سے اس کو نفع ہوتا ہے

شرح عادت۔ خصلت۔ خو۔ پہلے مصرعہ کی اصل یوں ہے۔ کسیکہ عادت او تواضع بود جاہ مرتبہ۔ جلال۔ بزرگی۔ ضمیر شین بمعنی اورا، راجع ہے طرف کسے را اسم موصول کے تمتع فائدہ اٹھانا۔ نفع حاصل کرنا۔ برخورداری پانا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جو شخص تواضع کی عادت رکھتا ہے اور اس صفت کا عادی ہوتا ہے وہ شخص اپنے جاہ وجلال سے نفع پاتا ہے اور بغیر تواضع کے جاہ وجلال سے نفع نہیں ہوتا۔ جیسے نمرود ہامان۔ قارون وغیرہ کہ باوجود جاہ وجلال کے دوزخ کے عذاب الیم میں گرفتار ہوئے اور نفع اخروی جو اصلی نفع ہے ان کو حاصل نہ ہوا کیونکہ متواضع نہ تھے بلکہ متکبر حتیٰ کہ حکم خداوندی کے مقابلہ میں بھی تکبر کرتے رہے۔ یہ مطلب بھی کہا جا سکتا ہے کہ جو کوئی تواضع کا عادی ہوتا ہے اس کو نفع حاصل ہوتا ہے اور وہ نفع کیا ہے جاہ اور جلال، خواہ دنیوی ہو یا اُخروی۔

تواضع عزیزت کند در جہاں	**گرامی شوی پیش دلہا چو جاں**
تواضع عزیز تجھ کو کرے گی جہاں میں	تو بزرگ ہو گا (تواضع سے) دلوں کے نزدیک جان کی طرح

شرح عزیز۔ عزت دار۔ غالب۔ مقبول۔ پیارا۔ گرامی۔ بزرگ۔ پیش۔ نزدیک۔ سامنے۔ دلہا جمع ہے دل کی۔ چو۔ مانند۔ مثل۔ جان۔ روح۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب تو تواضع کے سبب سے جہاں میں عزت دار اور مقبول ہو جائے گا اور لوگوں کے دلوں میں تیری بزرگی اور وقعت بیٹھ جائے گی مانند جان کے کہ لوگ اس کو سب چیزوں سے گرانمایہ اور بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

تواضع مدار از خلائق دریغ ۔۔۔ کہ گردن ازاں برکشی ہمچو تیغ

تواضع کو مت رکھ لوگوں سے دور ۔۔۔ کیونکہ تو اس کے سبب سے گردن بلند کرے کا مثل تیغ کے

شرح مدار (مت رکھ) فعل نہی ہے داشتن سے۔ خلائق۔ عربی جمع ہے خلیقہ کی جو بمعنی مخلوق ہے۔ دریغ۔ افسوس۔ غم۔ حسرت۔ مراد دُور اور ممنوع۔ برکشی واحد حاضر فعل مضارع ہے برکشیدن سے جو بمعنی بلند کرنے کے ہے۔ یعنی بلند کرے تو۔ ہمچو۔ مانند۔ تیغ۔ تلوار۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ تواضع کرنے میں افسوس و دریغ مت کر تا کہ تجھ کو اس کے سبب سے تلوار کے مانند گردن فرازی اور سربلندی حاصل ہو۔ تلوار کی تواضع اس کی خمیدگی سے ظاہر ہے اور گردن فرازی یہ ہے کہ کسی کی گردن وغیرہ پر مارنے کے وقت اس کو بلند اور اونچا کیا جاتا ہے۔ بقول بعض تیغ بمعنی قلۂ کوہ (پہاڑ کی چوٹی) کے ہے۔ درصورتِ ثبوت محض بلندی میں تشبیہ ہوگی۔ فافہم۔

تواضع ز گردن فرازاں نکوست ۔۔۔ گدا گر تواضع کند خوئے اوست

تواضع سربلند لوگوں سے (صادر ہونی) اچھی ہے ۔۔۔ فقیر اگر تواضع کرے تو وہ اس کی عادت ہے

شرح گردن فرازاں فارسی جمع ہے گردن فراز کی بمعنی گردن بلند۔ سردار۔ مراد عالی رتبہ لوگ جیسے امیر۔ وزیر۔ بادشاہ وغیرہ۔ گدا۔ فقیر۔ گر مخفف اگر کا حرف شرط۔ خوی۔ عادت۔ خصلت۔ او کی ضمیر راجع ہے طرف گدا کے اور لفظ است میں جو ضمیر غائب کی مستتر ہے راجع ہے طرف تواضع کے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ چونکہ گردن فرازوں کی عادت گردن فرازی اور سرکشی کی ہوتی ہے اگر ان سے خلافِ عادت تواضع کا ظہور ہو تو کیا کہنا

نہایت عمدہ اور کمال کی بات ہے اور گدا سے اس کا ظہور بوجہ عادت ہونے کے کوئی کمال کی بات نہیں کیونکہ خلافِ عادت کام کرنے میں نفس کو بہت تکلیف ہوتی ہے بخلاف امرِ عادی کے۔

در مذمتِ تکبّر

تکبّر کی برائی میں

شرح چونکہ تکبّر تواضع کا مقابل ہے اس لیے تواضع کے بعد اس کا ذکر بہت مناسب ہے اور تکبّر کا صفتِ رذیلہ اور بُرا ہونا ہم اس حدیث میں بیان کر آئے ہیں جو ہم نے تواضع کے بیان میں نقل کی ہے۔ اس جگہ ریا[1]۔ عُجب[2]۔ تکبّر[3] ہر ایک کی ماہیت و حقیقت اور ان کے باہمی فرق کو سمجھ لینا ضروری ہے کیونکہ سرسری نظر سے ان میں فرق نہیں معلوم ہوتا اور لوگ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں۔

ریا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی طاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جائے۔ اس رذیل صفت کا علاج یہ ہے کہ جاہ کی محبت کو دل سے نکال ڈالے کیونکہ ریا اسی کا شعبہ ہے، اور جو عبادت جماعت سے نہیں ادا کی جاتی اس کو پوشیدہ کیا کرے۔

عُجب کی حقیقت اپنے کمال کو اپنی طرف نسبت کرنا اور اس کا خوف نہ ہونا کہ شاید یہ کمال سلب ہو جائے اس کا علاج یہ ہے کہ اس کمال کو عطائے خداوندی سمجھے اور اس کے استغنا و قدرت کو یاد کر کے ڈرے کہ شاید یہ کمال سلب ہو جائے۔

تکبّر کی حقیقت اپنے آپ کو صفتِ کمال میں دوسرے سے بڑھ کر سمجھنا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو یاد کرے اس کے مقابلے میں اپنے کمالات کو ہیچ پائے گا۔ اور جس شخص سے اپنے کو بڑا سمجھتا ہے اس کے ساتھ تعظیم و تواضع سے پیش آیا کرے یہاں تک کہ اس کا خوگر ہو جائے۔

ہر ایک کی ماہیت وحقیقت معلوم ہوجانے کے بعد ان میں باہمی فرق کا معلوم کر لینا بہت آسان امر ہے لیکن ہم مزید سہولت کی غرض سے ہر ایک کے خلاصۂ فرق کو لکھے دیتے ہیں، اور وہ اس طرح ہے کہ ریا تو ہمیشہ عبادت وامورِ دینی ہی میں متحقق ہوتی ہے بخلاف عُجب وتکبر کے کہ امورِ دینیہ ودنیویہ دونوں میں ہوتا ہے۔ پھر تکبر میں تو دوسرے شخص کو اپنے آپ سے حقیر سمجھا جاتا ہے بخلاف عُجب کے کہ وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہے گو دوسرے کو حقیر نہ سمجھے۔

ان کے علاوہ ایک صفت غرور بھی ہے جس کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں۔ اس کی حقیقت یہ ہے جو اعتقاد خواہشِ نفسانی کے موافق ہو اور اس کی طرف طبیعت مائل ہو کسی شبہ اور شیطان کے دھوکے کے سبب سے اس پر نفس کو اطمینان حاصل ہو جائے چنانچہ اس میں اکثر باطل فرقے مبتلا ہیں اس کا علاج یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے اعمال واحوال کو قرآن و حدیث اور سچے وباخدا بزرگانِ دین کے اقوال واحوال سے ملاتا رہے۔

کہ روزے زدستش درآئی بسر	**تکبر مکن زینہار اے پسر**
ورنہ کسی دن اس کے سبب سے تو سر کے بل گرے گا	تکبر مت کر ہرگز اے لڑکے

شرح تکبر اس کی ماہیت وغیرہ کا بیان گذر چکا۔ مکن۔ (مت کر) فعل نہی ہے کردن سے۔ زینہار بمعنی ہرگز۔ اے پسر میں خطاب عام ہے اور سب کو لفظ پسر سے مخاطب کرنا شفقت کی وجہ سے ہے دوسرے مصرعہ میں کاف کے قبل اس قدر عبارت مقدر ہے (اگر تکبر کردی پس بدان ایں امر را) روزے کے آخر میں یائے تنکیر ہے۔ دست بمعنی ہاتھ مراد سبب۔ بسر درآئی (سر کے بل گرے گا) واحد حاضر فعل مضارع، بسر درآمدن سے اور اس جگہ مراد ہے ذلیل وخوار اور مبتلائے آفات ہونے سے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب تو ہرگز تکبر مت کر۔ اگر تو نے میرا کہنا نہ مانا اور تکبر کیا پس تو اس بات کو جان لے کہ کسی نہ کسی دن تجھ کو تکبر کے سبب سے ذلیل و خوار اور مبتلائے آفات ہونا پڑے گا مثل دوسرے متکبرین کے جیسے شیطان[1] شداد[2]۔ نمرود[3]۔ فرعون[4]۔ ہامان[5]۔ قارون[6]۔ بخت نصر[7]۔ ابرہہ[8]۔ ابوجہل[9]۔ آزر[10] بت تراش وغیرہم۔ کہ یہ سب تکبر کی بدولت بدانجام کو پہنچے اور سزاوارِ دوزخ ہوئے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔

تکبّر ز دانا بود ناپسند	**غریب آید ایں معنی از ہوشمند**
تکبر اہلِ علم سے ہوتا ہے نازیبا	کم واقع ہوتی ہے یہ بات صاحبِ ہوش سے

شرح دانا (جاننے والا) اسم فاعل ہے دانستن سے۔ لفظ عالم اسی کی عربی ہے بمعنی عقلمند بھی استعمال کرتے ہیں۔ ناپسند۔ نازیبا۔ جو بات قابلِ پسند نہ ہو۔ غریب۔ نادر۔ کم۔ آید بمعنی واقع شود و بظہور رسد ایں معنی یعنی تکبر۔ ہوشمند صاحبِ ہوش۔ عاقل۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر اہلِ علم اور عقلاء سے تکبر کا ظہور ہو تو نازیبا اور تعجب خیز بات ہے۔ کیونکہ اس کی برائی جاننے کی وجہ سے عقلمند سے یہ بہت کم صادر ہوتا ہے۔

تکبر بود عادتِ جاہلاں	**تکبر نیاید ز صاحب دلاں**
تکبر ہے عادت جاہلوں کی	تکبر سرزد نہیں ہوتا صاحب دلوں سے

شرح جاہلاں فارسی جمع ہے جاہل کی جو مقابل ہے دانا کا۔ اور جاہل سے مراد کافر بھی ہوتا ہے صاحبدلاں جمع ہے صاحب دل کی بمعنی اہل باطن۔ عارف۔ مطلب ظاہر ہے۔

تکبر عزازیل را خوار کرد	**بزندانِ لعنت گرفتار کرد**
تکبر نے عزازیل کو ذلیل کیا	لعنت کے قید خانے میں گرفتار کیا

شرح عزازیل شیطان کا نام ہے۔ زنداں قید خانہ۔ لعنت خدا کی رحمت سے دور ہونا۔ گرفتار۔ قیدی۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ شیطان نے چونکہ تکبر کیا اور آدم علیہ السلام کو بحکمِ خداوندی سجدہ نہ کیا جیسا کہ اور ملائکہ نے کیا اور کہا کہ میں آدمؑ سے بڑھ کر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدمؑ کو خاک سے اور آگ بوجہ جوہر علوی ہونے کے خاک سے بڑھ کر ہے پس وہ اسی تکبر کی بدولت جنت سے نکال دیا گیا اور ہمیشہ کے لیے ملعون بنا دیا گیا جیسا کہ فرمایا گیا فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ جب تکبر کی بدولت عزازیل کا یہ حال ہوا حالانکہ وہ معلم الملائکہ اور لاکھوں برس کا عابد تھا جیسا کہ اہل سیر نے لکھا ہے تو اور لوگوں کا کیا حال ہوگا پس اس سے بچنا اور علیحدہ رہنا اور دور بھاگنا واجب ہے۔

کسے را کہ خصلت تکبر بود	**سرش پُر غرور از تصوّر بود**
ایسا شخص کہ اس کی عادت تکبر ہے	اس کا سر غرور کا بھرا ہوا خیال (فاسد) کے سبب سے رہتا ہے

شرح پہلے مصرعہ کی اصل عبارت یوں ہے کسیکہ خصلت او تکبر بود۔ سرش کی ضمیر شین راجع ہے طرف کسے کے۔ تصور۔ خیال۔ مراد بیہودہ اور فاسد خیال۔ دوسرے مصرعہ میں بعض نسخوں میں بجائے پُرغرور از تصور کے، پُر غرور و تصور مرقوم ہے جس کا ترجمہ یہ ہے "غرور اور تصور کا بھرا ہوا"۔

حاصل مطلب یہ کہ جو شخص تکبر کی خصلت رکھتا ہے اس کے سر میں ہمیشہ غرور اور خیالاتِ بیہودہ فاسدہ بھرے رہتے ہیں۔

تکبر بود مایۂ مُدبری	**تکبر بود اصل بدگوہری**
تکبر بداقبالی کی پونجی ہے	تکبر بدذاتی کی جڑ ہے

شرح مُدبری۔ بداقبالی۔ بدبختی۔ اصل۔ جڑ۔ بدگوہری۔ بدذاتی۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ تکبر سے انسان بداقبال اور بدذات ہو جاتا ہے لہٰذا اس سے بچنا لازم ہے۔

چو دانی تکبر چرا میکنی	**خطا میکنی و خطا میکنی**
جب تو جانتا ہے تو تکبر کیوں کرتا ہے	تو خطا کرتا ہے اور خطا کرتا ہے

شرح چو۔ جب۔ دانی (تو جانتا ہے) واحد حاضر فعل مضارع از دانستن۔ دانی کا مفعول یعنی بدانجامی تکبر را محذوف ہے۔ چرا۔ کیوں کس واسطے۔ میکنی (تو کرتا ہے) واحد حاضر فعل مضارع ہے کردن سے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جب تو تکبر کی بدانجامی اور خرابی و برائی کو جانتا ہے پس تو تکبر کس واسطے کرتا ہے۔ تو بے شک خطا کرتا ہے اور کھلی غلطی کرتا ہے۔ یہ دوسری بار اس جملہ کا لانا تاکید کے واسطے ہے۔

در فضیلتِ علم

علم کی فضیلت میں

شرح فضیلت - بزرگی - بڑائی - علم سے مراد علمِ شرع - چونکہ اکثر تکبر وغیرہ بری صفتوں کا سرزد اور واقع ہونا علم نہ حاصل کرنے سے ہوتا ہے اس لیے علم کے فضائل اور اوصاف بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ علم کے حاصل کرنے میں مستعد ہوں اور بُری صفتوں سے بچ سکیں۔

نہ از حشمت و جاہ و مال و منال	بنی آدم از علم یابد کمال
دبدبہ اور مرتبہ اور مال و اسباب سے کمال نہیں پاتی	آدمؑ کی اولاد علم سے کمال پاتی ہے

شرح بنی اصل میں بنین تھا، نون بوجہ اضافت کے گر گیا - آدمؑ نام ہے سب سے پہلے پیغمبرؑ کا جو ابوالبشر یعنی تمام آدمیوں کے اصل اور باپ ہیں - بنی آدمؑ کا ترجمہ اگرچہ اولادِ آدمؑ کیا گیا ہے مگر دراصل اس سے نوعِ انسان مراد ہے، یابد (پاتا ہے - پاتی ہے) واحد غائب فعل مضارع ہے یافتن سے کمال بزرگی - کامل ہونا - حشمت - دبدبہ شان و شوکت - نوکر - چاکر۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ انسان کو کمال علم ہی کی بدولت حاصل ہوتا ہے اور شان و شوکت مال و اسباب اور کسی مرتبہ کی وجہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ پس علم کی تحصیل ضروری ہے۔

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت	چو شمع از پئے علم باید گداخت
کیونکہ بغیر علم کے خدا کو نہیں ممکن ہے پہچاننا	شمع کی طرح علم کے واسطے پگھلنا چاہئے

شرح چو۔ مانند۔ شمع۔ موم کی بتی۔ آج کل مجازاً چربی کی بتی کو بھی شمع کہا جاتا ہے۔ از پئے بمعنی برائے۔ باید مضارع ہے بایستن سے۔ گداخت فعل ماضی ہے گداختن سے۔ باید کے بعد آنے سے مصدری معنی لیے گئے۔ کاف علت کا۔ بے علم۔ بغیر علم نتواں بمعنی نتواند و ممکن نیست۔ شناخت ماضی ہے شناختن سے نتواں کے بعد آنے سے مصدری معنی یہاں بھی لیے گئے۔

فائدہ یہ عام قاعدہ یاد رکھو کہ جب کوئی ماضی لفظ باید۔ شاید۔ تواں۔ اور اس کے امثال کے بعد واقع ہوتا ہے تو اس کے مصدری معنی لیے جاتے ہیں۔

مانند شمع کے پگھلنے سے مراد یہ ہے کہ بہت محنت اور مشقت کرنی چاہیے۔ اور شناخت سے معرفت ذاتی مراد نہیں ہے بلکہ جو معرفت بذریعہ علل و اسباب کے ہوا کرتی ہے وہ معرفت مراد ہے۔

حاصل مطلب یہ کہ علم کی تحصیل میں بہت محنت و مشقت چاہیئے کیونکہ بغیر اس کے خدا کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔

فائدہ مصرعہ ثانی میں بے علم کو بمعنی شخص بے علم یعنی جاہل کے لے کر فعل نتواند کا فاعل کہنا بھی درست ہو سکتا ہے پس حاصل یوں ہوگا کہ جاہل آدمی خدا کو نہیں پہچان سکتا۔ یہ معنی بہت ظاہر ہے۔

خردمند باشد طلبگارِ علم	**کہ گرم است پیوستہ بازارِ علم**
عقلمند ہوتا ہے طلب کرنے والا علم کا	اس لیے کہ گرم ہے ہمیشہ بازار علم کا

شرح خردمند۔ عاقل۔ عقلمند۔ طلبگار۔ طالب۔ طلب اور تلاش کرنے والا۔ کاف علت کا گرم۔ پُر رونق۔ رونق دار۔ پیوستہ۔ اس جگہ معنی ہمیشہ۔ بازار معروف ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جس کو عقل ہے وہ علم کو طلب کرتا ہے اس لیے کہ علم کا بازار ہمیشہ رونق دار رہتا ہے۔ کبھی مند نہیں ہوتا اور نہ مندا ہوتا ہے۔

فائدہ ۱ مصرعۂ ثانیہ اصل میں علت ہے معلول محذوف کی یعنی پورے شعر کا حاصل اس طرح ہے عاقل طالب علم می باشد۔ پس تو نیز طلبِ علم بکن زیرا کہ بازارِ علم ہمیشہ گرم است۔

فائدہ ۲ پورے شعر کا حاصل اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں۔ خردمند طلبگارِ علم می باشد چرا کہ میداند ایں امر را کہ بازارِ علم ہمیشہ گرم و رونق دار ست۔ اس صورت میں مصرعۂ ثانیہ کا کاف اصل میں بیانیہ ہوگا۔ اور اس کو کاف علت کا اس وجہ سے کہا جائے گا کہ یہ علتِ محذوف کا قائم مقام ہے۔

کسے را کہ شد در ازل بخت یار	**طلب کردنِ علم کرد اختیار**
ایسا شخص کہ ازل میں نصیب اس کا مددگار ہوا	اس نے طلب کرنا علم کا اختیار کیا

شرح مصرعۂ اول کی اصل عبارت اس طرح ہے۔ کسیکہ در ازل بخت او یار شد۔ ازل ہمیشگی۔ علم الہٰی۔ اور وہ زمانہ جس کا شروع نہ ہو۔ بخت۔ نصیب۔ خوش قسمتی یار مددگار۔ شریک حال۔ مصرعۂ ثانی میں لفظ کرد کی ضمیر غائب پھرتی ہے طرف کسے کے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ ازل اور علم الٰہی میں جو شخص خوش قسمت اور نیک بخت و سعید قرار پا چکا ہے وہی دنیا میں آکر علم (دین و شرع) کا طالب ہوتا ہے۔

طلب کردنِ علم شد بر تو فرض	**دگر واجب ست از پیش قطعِ ارض**
طلب کرنا علم کا تجھ پر فرض ہے	اور واجب ہے اس کے لیے زمین کا طے کرنا

شرح دگر۔ نیز، اور۔ از پیش، اس کے لیے، بمعنی از پے و برائے علم۔ قطع کاٹنا، طے کرنا۔ ارض زمین۔ قطعِ ارض سے سفر کرنا اور استاد کے پاس چل کر جانا مراد ہے۔

حاصل پہلے مصرع میں طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة کی طرف اشارہ ہے یعنی علم کا طلب کرنا ہر ایک مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر فرض اور ضروری و لازم ہے۔ دوسرے مصرع میں وجوب سے وجوبِ استحسانی مراد ہے اور فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ کی طرف اشارہ ہے یعنی پس کس واسطے ترکِ وطن نہ کیا ان کے ہر فرقہ میں سے ایک گروہ نے (تحصیلِ علم کے لیے)" الغرض ہر شخص پر علم حاصل کرنا فرض ہے، اور ضرورت پڑنے پر اس کے حصول کے لیے سفر کرنا بھی ضروری ہے۔

برو دامنِ علم گیر استوار	**کہ علمت رساند بدار القرار**
جاؤ علم کا دامن مضبوط پکڑو	کیونکہ علم تجھ کو بہشت میں پہنچا دے گا

شرح برو (جا) واحد حاضر فعل امر ہے رفتن سے۔ گیر واحد حاضر فعل امر ہے گرفتن سے۔ استوار۔ محکم و مضبوط۔ کاف علت کا، علمت کی تا بمعنی ترا مفعول ہے رساند (پہنچا دے گا) فعل مضارع ہے رسانیدن سے۔ دار۔ گھر۔ قرار ٹھہرنا۔ دار القرار ٹھہرنے کا گھر مراد بہشت، اس کے اول میں با ظرفیہ ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ علم حاصل کرکے موافق شرع اور علم دین کے عمل کرتے رہو اور اعمالِ صالحہ کے کرنے میں سرگرم ہو جاؤ تاکہ یہ عمل تم کو بہشت میں پہنچائے اور وہاں عیش کرتے رہو۔

میاموز جز علم گر عاقلی	**کہ بے علم بودن بود غافلی**
مت سیکھ علم کے سوا اگر تو عقلمند ہے	کیونکہ بے علم رہنا غفلت (کا سبب) ہے

شرح میاموز (مت سیکھ) واحد حاضر فعل نہی ہے آموختن سے۔ جز علم۔ سوائے علم کے۔ گر مخفف اگر کا۔ عاقل۔ عقلمند۔ یائے خطابی بمعنی ہستی (یعنی ہے تو) کاف علت کا۔ بے علم بغیر علم کے اور وہ شخص جس کو علم نہ ہو۔ یعنی جاہل آدمی۔ بودن۔ ہونا۔ رہنا۔ غافلی کے آخر میں یائے مصدری ہے یعنی غافل شدن و غفلت۔ عاقلی۔ غافلی میں صنعتِ تجنیسِ خطی ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب اگر تجھ کو عقل ہے تو علمِ دین اور توحید کے سوا کوئی ایسی چیز مت سیکھ جو علمِ دین و توحید سے جاہل رہنے کا سبب بن جائے اور علمِ دین اور مسائل شرعیہ سے تیرا جاہل رہنا تجھ کو خدا اور رسولؐ سے غافل کر دے اور تو خَسِرَ الدُّنیَا وَالْاٰخِرَۃِ کا مصداق ہو جائے۔

ترا علم در دین و دنیا تمام	**کہ کارِ تو از علم گیرد نظام**
تیرے لیے علم دین اور دنیا میں کافی ہے	کیونکہ تیرا کام علم کے سبب سے درستی حاصل کرے گا

شرح ترا بمعنی برائے تو (تیرے واسطے۔ تیرے لیے)۔ تمام بمعنی کافی و پسند۔ از علم بسبب علم۔ گیرد (حاصل کرے گا) واحد غائب فعل مضارع ہے گرفتن سے۔ نظام۔ انتظام۔ درستی۔ بندوبست۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب تیرے دین اور دنیا کے سب کام علم کے سبب سے درست ہو جائیں گے اور تمام مشکلات دارین کی اس کی وجہ سے حل ہو جائیں گی۔ کیونکہ عالم کے لیے علم دونوں جہان میں وسیلۂ نجات ہے۔ پس علم حاصل کر لیکن وہ علم جس سے خدا اور رسولؐ کا خوف پیدا ہو اور وہ تیرا رہبر و رہنما بن سکے۔ اور جس علم سے خوف خدا اور رسولؐ کا اور رہنمائی طرف دین متین اور شرع مستقیم کے پیدا نہ ہو وہ سراسر ضلالت و جہالت ہے اور گو اس سے کوئی دنیا کا جاہ و جلال حاصل ہو جائے مگر درحقیقت وہ وبال ہے۔

در امتناع از صحبتِ جاہلاں

جاہلوں کی صحبت سے باز رہنے کے بیان میں

شرح امتناع قوی اور مضبوط ہونا۔ رُکنا۔ باز رہنا۔ اس جگہ معنی اخیر مراد ہیں۔ صحبت یاری۔ دوستی۔ جاہلاں فارسی جمع ہے جاہل کی۔ اور جاہل بمعنی نادان و بے علم اور بعض جگہ جاہل سے مراد کافر بھی لیتے ہیں۔ چونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان جاہلوں کی صحبت میں پڑ کر تحصیلِ علم سے بے بہرہ اور بے نصیب ہو جاتا ہے اس لیے بیانِ علم کے بعد جاہلوں کی صحبت سے باز رہنے کا بیان نہایت ہی مناسب اور موقع و محل کی بات ہے۔

دلا گر خردمندی و ہوشیار	**مکن صحبتِ جاہلاں اختیار**
اے دل اگر تو عاقل اور ہوشیار ہے	تو جاہلوں کی صحبت مت اختیار کر

شرح دلا کے آخر میں الف ندائیہ ہے۔ خردمند بمعنی عاقل و عقلمند۔ اس کے آخر میں یائے خطابی ہے بمعنی ہستی، ہوشیار صاحبِ ہوش۔ مکن دمت کر، واحد حاضر فعل نہی ہے کردن سے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے دل اگر تیرے اندر عقل اور ہوشیاری ہے تو جاہلوں اور کافروں کی صحبت سے کنارہ کش رہ۔ اگرچہ مصنفؒ نے اپنے دل کو خطاب کیا ہے مگر اس سے خطاب عام مقصود ہے کیونکہ بزرگوں کے نصیحت کرنے کا ایک یہ بھی طرز ہے کہ اپنے دل اور نفس کو خطاب کرکے نصیحت کرتے ہیں۔

زجاہل گریزندہ چوں تیر باش	**نیامیختہ چوں شکر شیر باش**
جاہل سے بھاگنے والا مانند تیر کے رہ	نہ (یہ کہ) ملا ہوا مثل شکر اور شیر کے رہ

شرح گریزندہ (بھاگنے والا) اسم فاعل ہے گریختن سے۔ تیر معروف ہے۔ باش (رہ) واحد حاضر فعل امر ہے بودن سے۔ آمیختہ (ملا ہوا) مشتق ہے آمیختن سے۔ شکر معروف ہے۔ شیر دودھ۔ نیامیختہ دراصل نہ آمیختہ ہے۔ نہ حرف نفی ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جاہل اور کافر سے اس طرح بھاگ اور دور رہ جس طرح تیر کمان سے۔ اور ایسا مت کر کہ شکر اور دودھ کی طرح میل جول اور اتصال و آمیزش واقع ہو۔ یعنی آمیزش بسیار اور زیادہ میل جول مت کر شکر اور شیر کی طرح آمیزش کرنے سے جو منع کیا ہے اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اگر ضرورت شدیدہ کی وجہ سے جاہل اور کافر کے ساتھ آمیزش اندک اور تھوڑا سا میل جول واقع ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔

ترا اژدہا گر بود یارِ غار	**ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار**
(بالفرض) اگر اژدہا تیرا یارِ غار ہو	(پھر بھی یہ) اس سے بہتر ہے کہ جاہل (تیرا) غمگسار ہو

شرح ترا میں را علامت اضافت ہے اور تا مضاف الیہ ہے اور یارِ غار مضاف ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے اگر اژدہا یارِ غارت بود۔ اژدہا بڑا سانپ۔

یارِ غار گہرا دوست۔ گاڑھا دوست۔ سچا دوست۔ یعنی وہ دوست کہ تکلیفوں اور مصیبتوں میں بھی دوستی اور ہمراہی کو نہ چھوڑے۔ غمگسار۔ غمخوار۔

حاصل مطلب یہ کہ جاہل اور کافر کی دوستی سے اژدہے کی دوستی بہتر ہے کیونکہ اژدہا ایک مرتبہ کاٹ کر ہلاک کر دے گا اور جاہل و کافر کی دوستی سے روزمرہ فتنہ و فساد میں پڑے گا۔ علاوہ اس کے اژدہے کی دوستی سے صرف جان کا خوف ہوتا ہے اور جاہل و کافر کی دوستی سے جان و ایمان دونوں کا خوف ہوتا ہے اور ایمان کا بچانا بہرحال فرض اور ضروری ہے۔ کیا ہی خوب کہا گیا ہے ؎

مارِ بد تنہا ہمی بر جان زند　　یارِ بد بر جان و بر ایمان زند

اگر خصمِ جانِ تو عاقل بود اگر دشمن تیری جان کا عقلمند ہو	**بہ از دوستدارے کہ جاہل بود** بہتر ہے اس دوستدارے جو کہ جاہل ہو

شرح خصم۔ دشمن۔ دوستدارے کے آخر میں یائے موصولہ ہے اور کافِ صلہ کا یا یائے توصیفی ہے اور کاف واسطے بیانِ صفت کے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر تیری جان کا دشمن عاقل ہو تو بھی جاہل دوستدار سے بہتر ہے کیونکہ اول الذکر تو آزار دیتے اور جان لینے کی کوشش کرے گا اور آخر الذکر بے دین کر دے گا اور بدعت و کفر میں پھنسا دے گا جیسا کہ جاہلوں اور اہلِ بدعت کا طرز ہے۔

چو جاہل کسے در جہاں خوار نیست جاہل کی طرح کوئی جہان میں ذلیل نہیں ہے	**کہ ناداں تر از جاہلی کار نیست** اور کوئی شخص نادان زیادہ جہالت کا کام کرنے والے سے نہیں ہے

شرح خوار۔ ذلیل۔ جاہل کا رُ وہ شخص جو کہ جہالت کے کام کرتا ہو۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جہاں میں جاہل خوار اور ذلیل سمجھا جاتا ہے اور جہالت کا کام کرنے والا سب سے زیادہ نادان ہے۔

فائدہ بقول بعض کاف مصرعۂ ثانیہ کا تعلیلیہ ہے پس یہ جملہ علت ہوگا اور پہلا جملہ معلول بعض لوگ اس کاف کو بمعنی بلکہ کہتے ہیں اور کار بمعنی ہیچ کارہ۔ اور نادان ترمعنی زبوں تر و بے قدر تر پس ترجمہ یوں ہوگا "بلکہ زبوں اور بے قدر جاہل سے زیادہ کوئی کام نہیں ہے۔" اس تکلف کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان لوگوں نے شاید لفظ نادان کا اطلاق لفظ کار پر سمجھا اور چونکہ یہ صحیح نہ ہوسکتا تھا (کیونکہ کار کو نادان نہیں کہہ سکتے) اس لیے اس تکلف کو گوارا کیا۔ لیکن اس طرح سمجھنا ٹھیک نہیں بلکہ نادان کا اطلاق "جاہل کار" مجموعہ پر ہے اور جاہل کار ایک مرکب لفظ ہے بمعنی کسیکہ کار او جاہلی باشد یعنی ایسا شخص جس کا کام جاہلی ہو، جیسے بدزندگانی وہ شخص جس کی زندگانی بد ہو۔ اور نیک سیرت وہ شخص جس کی خصلت اچھی ہو۔ اور خوش وضع وہ آدمی جس کی وضع اچھی ہو اور علیٰ ہذا القیاس۔ پس ترجمہ یوں ہوگا اور جاہل کار سے بڑھ کر کوئی شخص نادان نہیں ہے۔ یا اس طرح کیونکہ جاہل کار سے بڑھ کر کوئی نادان نہیں ہے یعنی جس شخص کا کام جاہلی ہو اس سے زیادہ کوئی نادان اور جاہل نہیں ہے اگرچہ یہ شخص پڑھا لکھا ہو اور عالم فاضل کہلاتا ہو۔ واللہ اعلم۔

ز جاہل نیاید جز افعالِ بد	**وز و نشنود کس جز اقوالِ بد**
جاہل سے (ظہور میں) نہیں آتے سوائے بُرے کاموں کے	اور اس سے نہیں سنتا کوئی شخص سوائے بُری باتوں کے

شرح نیاید نفی فعل مضارع ہے آمدن سے۔ افعال فعل کی عربی جمع ہے بمعنی کام۔ نشنود نفی فعل مضارع ہے شنیدن سے۔ اقوال قول کی عربی جمع ہے بمعنی بات۔ نیاید یعنی نہ آئے۔ نشنود، نہ سُنے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جاہل سے بُرے کاموں کے سوا اور کچھ سرزد نہیں ہوتا اور اس سے بُری باتوں کے سوا اور کچھ سنائی نہیں دیتا۔

سرانجامِ جاہل جہنّم بود	**کہ جاہل نکو عاقبت کم بود**
جاہل کا انجام دوزخ ہے	کیونکہ جاہل نیک انجام کم ہوتا ہے

شرح سرانجام۔ آخرکار۔ انتہا۔ جہنّم۔ دوزخ۔ نکو۔ نیک۔ عاقبت۔ انجام۔ خاتمہ۔ نکو عاقبت۔ نیک انجام۔ اچھا خاتمہ رکھنے والا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جاہل کا خاتمہ اکثر بد ہوتا ہے جس کے سبب سے وہ دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔

سرِ جاہلاں بر سرِ دار بہ	**کہ جاہل بخواری گرفتار بہ**
سر جاہلوں کا سولی پر بہتر ہے	اور جاہل ذلّت میں پھنسا ہوا بہتر ہے

شرح بر سرِ دار۔ بر بالائے دار۔ دار۔ سولی۔ پھانسی۔ گرفتار۔ مبتلا۔ مقید۔ بہ۔ بہتر

حاصل مطلب یہ ہے کہ جاہل اور کافر کا ذلّت میں گرفتار رہنا اور ان کے سر کو دار پر کھینچنا ہی بہتر ہے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

بقولِ بعض مصرعۂ ثانیہ کے اوّل میں کاف علت کا ہے اور دونوں مصرعے جملہ تعلیلیہ ہیں۔ یعنی جاہلوں کو بر سرِ دار کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ ان لوگوں کا گرفتارِ ذلّت ہونا اسی میں ہے۔

زجاہل حذر کردن اولیٰ بود	کزو ننگِ دنیا و عقبیٰ بود
جاہل سے پرہیز کرنا بہتر ہے	کیونکہ اس سے دنیا اور آخرت میں بدنامی ہوتی ہے

شرح حذر کردن۔ پرہیز کرنا۔ اولےٰ۔ بہتر۔ ننگ۔ شرم و بدنامی۔ عقبیٰ آخرت۔ قیامت۔

حاصل مطلب یہ ہے چونکہ جاہل اور کافر سے دنیا اور آخرت میں بدنامی حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کی صحبت سے ہر طرح پرہیز کرنا مناسب اور بہتر ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفِظْنَا۔

درصفتِ عدل
عدل کی تعریف میں

شرح عدل۔ انصاف۔ چونکہ جاہلوں سے اکثر ظلم سرزد ہوا کرتا ہے اور عدل بہت کم واقع ہوتا ہے اور ان لوگوں میں سے اگر کسی کو سلطنت اور حکومت مل جائے تو اور بھی زیادہ خرابی کا خوف و اندیشہ ہے اس لیے پہلے عدل کی ترغیب و توصیف کرتے ہیں، پھر ظلم کی مذمت بیان کریں گے۔

چو ایزد ترا ایں ہمہ کام داد	چرا بر نیاری سرانجام داد
جب خدا نے تجھ کو یہ سب مقصد عطا کیے	دپھر تو کیوں پورا نہیں کرتا انجام انصاف کا

شرح چو جب۔ ایزد۔ اللہ تعالیٰ۔ خدا۔ ترا۔ تجھ کو۔ ایں ہمہ۔ یہ سب۔ کام مقصد داد پہلے مصرعہ میں فعل ماضی ہے دادن سے بمعنی عطا کرنا۔ دینا۔ چرا۔ کس واسطے کیوں۔ بر نیاری ظہور میں نہیں لاتا۔ پورا نہیں کرتا۔ نفی فعل مضارع ہے بر نیاوردن

مصدر مرکب ہے۔ داد مصرعۂ ثانیہ میں بمعنی عدل و انصاف ہے اور دونوں لفظ داد میں تجنیس خطی ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب جب اللہ تعالیٰ نے تجھ کو سلطنت و حکومت اور عیش و عشرت اور اس کے سب مقاصد اور سامان عطا کر دیئے ہیں تو تجھ کو لازم ہے کہ خوب عدل و انصاف کرے اور اچھی طرح اس کا حق ادا اور پورا کرتا رہے۔

چو عدل ست پیرایۂ خسروی	**چرا عدل را دل نداری قوی**
جب انصاف بادشاہی کی آرائش ہے	تو کیوں انصاف کے لیے دل کو مضبوط نہیں رکھتا

شرح پیرایہ بائے فارسی اور یائے مجہول سے بمعنی آرائش و زینت۔ خسروی بادشاہی عدل را بمعنی بر عدل یا برائے عدل۔ نداری تو نہیں رکھتا نفی فعل مضارع ہے داشتن سے۔ قوی مضبوط اور مستحکم۔

حاصل مطلب یہ کہ اے بادشاہ جب انصاف بادشاہی کی زینت اور آرائش ہے تو پھر تو اپنے دل کو انصاف کے لیے مضبوط کیوں نہیں رکھتا ہے اور اس دولت اور نعمتِ بے مثال کو اپنے ہاتھ سے کیوں جانے دیتا ہے۔

ترا مملکت پائداری کند	**اگر معدلت دستیاری کند**
تیری سلطنت پائداری کرے گی	اگر انصاف (تیری) مدد کرے گا

شرح لفظ ترا میں را واسطے اضافت کے ہے اور ت ضمیر مخاطب کی مضاف الیہ مقدم ہے اور مملکت بمعنی سلطنت و بادشاہی مضاف مؤخر ہے۔ پائداری۔ مضبوطی۔ کند فعل مضارع ہے کردن سے۔ یعنی کرے گی معدلت۔ انصاف۔

دستیاری۔ مدد۔ اعانت۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے بادشاہ اگر تو انصاف کرتا رہے گا تو تیری بادشاہی دیر تک قائم رہے گی کیونکہ انصاف بادشاہی اور سلطنت کی زیادتی اور پائداری کا سبب ہو جاتا ہے۔

چو نوشیرواں عدل کرد اختیار ۔ کنوں نام نیک ست ازو یادگار

جب نوشیرواں نے انصاف اختیار کیا ۔ اب تک نام نیک اس سے یادگار ہے

شرح چو بمعنی ہرگاہ۔ جب۔ نوشیرواں فارس کا بادشاہ تھا اس کا عدل مشہور ہے۔ کنوں بمعنی تا اینددم وتا اکنوں۔ یعنی اب تک۔ نام نیک مرکب توصیفی ہے۔

حاصل مطلب یہ کہ نوشیرواں کا اب تک جو نام نیک تمام عالم میں مشہور ہے۔ یہ عدل ہی کی بدولت تو ہے۔

اور ہو سکتا ہے کہ لفظ چو بمعنی مانند کے کہا جائے اور مع شعر ما قبل کے یہ مطلب ہو کہ اے بادشاہ مخاطب اگر تو انصاف کرے گا تو تیری سلطنت کو پائداری حاصل ہو گی اور مرنے کے بعد تیرا نام نیک بھی مانند نوشیرواں کے عالم میں یادگار رہے گا۔

فائدہ پائداری دو قسم کی ہوتی ہے ایک اسمی اور اس کی صورت یہ کہ کوئی شخص مر جائے اور اس کا نام نیک باقی رہے دوسری جسمی، اس کی صورت یہ کہ جسم زندہ رہے پس حاصل یہ ہو گا کہ عدل کر تاکہ تیرا اسم اور نام باقی رہے یعنی تجھے پائداری اسمی نصیب ہو جیسے نوشیرواں کہ اس کا نام زندہ ہے اور مدت بہت گذری کہ وہ مر چکا ہے۔ چنانچہ گلستاں میں ہے ؎

زندہ است نام فرخ نوشیرواں بعدل
گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

ز تاثیر عدل ست آرامِ ملک	**کہ از عدل حاصل شود کامِ ملک**
انصاف کی تاثیر سے ہے آرام ملک کا	اور انصاف سے حاصل ہوتا ہے مقصد ملک کا

شرح تاثیر۔ اثر کرنا۔ آرام۔ آسائش۔ کام مقصد۔ آرام ملک میں اضافت بمعنی در ہے یعنی آرام در ملک۔

حاصل مطلب یہ کہ عدل میں یہ اثر ہے کہ اس سے ملک میں آرام اور آسائش نمایاں ہوتی ہے۔ اور عدل سے اہلِ ملک کے مقاصد اور مطالب حاصل ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے سے اپنا حق لیتے ہیں اور دشمنوں کے شر و فساد سے پناہ میں رہتے ہیں۔

جہاں را بانصاف آباد دار	**دلِ اہلِ انصاف را شاد دار**
جہان کو انصاف سے آباد رکھ	انصاف چاہنے والوں کے دل کو خوش رکھ

شرح جہاں را میں را مفعول ہے۔ بانصاف بمعنی از انصاف۔ آباد ضدِ ویران۔ دار رکھ صیغہ فعل امر ہے داشتن سے۔ اہلِ انصاف اس جگہ بمعنی دادار انصاف یعنی مظلوم۔ دادخواہ۔ فریادی۔ انصاف چاہنے والا۔ دوسرے مصرعہ میں بھی را مفعول ہے۔ شاد۔ خوش۔

حاصل مطلب یہ کہ اے بادشاہ اور حاکم مخاطب انصاف کر کے جہان کو آباد رکھ اور انصاف چاہنے والوں کے دل کو ملول اور رنجیدہ نہ کر بلکہ خوش و خرم رکھ کیونکہ مظلوموں کا خوش رکھنا خدائے تعالیٰ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

جہاں را بہ از عدل معمار نیست	**کہ بالاتر از معدلت کار نیست**
جہاں کے واسطے عدل سے بہتر کوئی آباد کرنے والا نہیں ہے	اور انصاف سے بڑھ کر کوئی دوسرا کام نہیں ہے

شرح معمار صیغہ اسم آلہ بمعنی اسم فاعل یعنی آباد کرنے والا۔ عمارت بنانے والا۔ کاف عاطفہ بمعنی واؤ اور بقول بعض کاف علت۔ بالاتر۔ بہت اونچا۔ بڑھ کر۔ بہتر معدلت مصدر میمی ہے بمعنی انصاف کرنا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ عدل کو ایک شخص آباد کنندہ قرار دے کر فرماتے ہیں کہ اگر تو جانتا ہے کہ جہاں کی آبادی ہو تو عدل سے ہو سکتی ہے اور بادشاہوں کے لیے عدل سے بہتر اور کوئی دوسرا کام نہیں ہے اور اسی کی شان میں وارد ہے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی اور اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اور اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ۔

ترا زیں بہ آخر چہ حاصل بود	**کہ نامت شہنشاہِ عادل بود**
تجھ کو اس سے بہتر آخر کیا حاصل ہو سکتا ہے	کہ تیرا نام بادشاہِ عادل (مشہور) ہو گا

شرح زیں مخفف ہے از ایں کا۔ آخر بمعنی آخرکار۔ کاف بیانیہ۔ شہنشاہ مخفف ہے شاہان شاہ کا بمعنی شاہ شاہاں یعنی نام بادشاہوں کا بادشاہ اور اس کا مصداق حقیقۃً بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی دوسرا نہیں ہے دنیا کے کسی بادشاہ کے لیے اس کا استعمال مجازاً ہوتا ہے۔ عادل بمعنی منصف۔ انصاف کرنے والا۔

حاصل مطلب یہ کہ جو بادشاہ عدل اور انصاف کرتا ہے اس کو سب لوگ بادشاہ عادل کہنے لگتے ہیں اور اسی نام سے وہ مشہور ہو جاتا ہے۔ اگر عدل کے دوسرے فوائد سے قطع نظر کر لیں تو آخر کار یہی کیا کم حاصل اور نفع ہے کہ یہ شخص عادل

کنندہ شہنشاہ عادل کے نام سے مشہور ہوگیا۔

اگر خواہی از نیک بختی نشاں	درِ ظلم بندی براہلِ جہاں
اگر تو نیک بختی کا نشان چاہتا ہے	تو جہاں والوں پر ظلم کا دروازہ بند کردے

شرح خواہی (تو چاہتا ہے) فعل مضارع خواستن سے۔ از عوض اضافت کے ہے نشان مضاف۔ نیک بختی بیائے مصدری مضاف الیہ۔ در۔ دروازہ۔ ظلم کسی کو ستانا اور آزار پہنچانا اور بے موقع کام کرنا۔ بندی (تو بند کردے۔ باندھ دے) مضارع ہے فعل بستن سے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر تو چاہتا ہے کہ نیک بختی کا نشان حاصل کرے تو اپنی رعیت پر ظلم کا دروازہ بند کردے یعنی نہ تو خود ظلم کر اور نہ دوسرے لوگوں کا ان پر ظلم ہونے دے۔

انتباہ:۔ یہ شعر اور نیز اس کے بعد والا شعر اکثر نسخوں میں عدل کے بیان میں لکھا ہوا ہے اور بعض نسخوں میں ظلم کے بیان میں مذکور ہے اور یہی مناسب اور قابلِ ترجیح ہے۔

رعایت دریغ از رعیت مدار	مرادِ دلِ دادخواہاں برآر
رعایت کو رعیت سے دور مت رکھ	انصاف چاہنے والوں کے دل کی مراد برلا

شرح رعایت سے مراد عدل اور انصاف۔ دریغ۔ افسوس مراد دُور۔ مدار (مت رکھ) فعل امر ہے داشتن سے مراد، مقصود۔ دادخواہاں فارسی جمع ہے دادخواہ کی یعنی انصاف چاہنے والے اور فریاد کرنے والے لوگ۔ برآر (برلا۔ پوری کر) فعل امر ہے برآوردن سے۔ اور دادخواہوں کے دل کی مراد کیا ہے، عدل اور انصاف۔

حاصل مطلب یہ کہ رعیت کی رعایت کرنے میں افسوس اور دریغ مت کر کیونکہ رعایا کی مراعات ضروری ہے اور مظلوموں کی حاجت کا پورا کرنا لازم ہے

در مذمت ظلم

ظلم کی برائی میں

شرح چونکہ ظلم عدل کا مقابل اور ضد ہے اور اَلْاَشْیَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِھَا (یعنی چیزیں اپنی ضدوں سے بخوبی اور اچھی طرح پہچانی جاتی ہیں) ایک مشہور اور معتبر بات ہے اس لیے بیانِ عدل کے بعد ظلم کا بیان کرتے ہیں۔ اور یہ ایسی بُری صفت ہے کہ اس کی نسبت وارد ہے وَاللّٰہُ لَایَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ قوم ظالمین کو ہدایت نہیں کرتا اور وارد ہے اَلظُّلْمُ ظُلُمٰتٌ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (یعنی ظلم تاریکیاں ہیں قیامت کے دن کی) پس اس سے ہر ایک کو احتراز لازم ہے۔

چو بستان خرم زبادِ خزاں	خرابی زبیداد بیند جہاں
جس طرح باغ تروتازہ خزاں کی ہوا سے	ویرانی ظلم کی وجہ سے دیکھتا ہے جہاں

شرح خرابی۔ ویرانی۔ پریشانی۔ بربادی۔ ز مخفف از کا بہ از سببیہ ہے۔ بیداد۔ ظلم۔ انصاف نہ کرنا۔ بیند (دیکھتا ہے۔ حاصل کرتا ہے) فعل مضارع ہے دیدن سے۔ چو۔ مانند۔ جیسے۔ جس طرح۔ بستان مخففِ بوستاں بمعنی باغ۔ خرم۔ خوش۔ شاداب۔ تروتازہ۔ اس مصرعہ کا ز بھی سببیہ اور مخفف از کا ہے۔ باد۔ ہوا۔ خزاں۔ پت جھڑ کا موسم۔

حاصل مطلب یہ کہ جیسے شاداب اور تروتازہ باغ خزاں کی ہوا سے بے رونق اور خراب و ویران ہو جاتا ہے اسی طرح ظلم کی وجہ سے جہان کی

خرابی۔ بربادی۔ ویرانی ہو جاتی ہے۔ پس اس سے بچنا چاہیئے۔

مدہ رخصتِ ظلم در ہیچ حال	**کہ خورشیدِ ملکت نیابد زوال**
مت دے اجازت ظلم کی کسی حال میں	تاکہ تیرے ملک کا آفتاب زوال نہ پائے

شرح مدہ (مت دے) واحد حاضر فعل نہی ہے دادن سے۔ رخصت۔ اجازت۔ حکم۔ در ہیچ حال سے یہ مراد ہے کہ خواہ تنگی اور افلاس کی حالت ہو خواہ غصہ اور غضب کی حالت ہو۔ علیٰ ہذا القیاس کاف نتیجہ کا ہے معنی تاکہ۔ خورشید۔ آفتاب۔ ملکت بمعنی ملکِ تو۔ نیابد (نہ پائے) واحد غائب نفی فعل مضارع ہے یافتن سے۔ زوال۔ زائل اور نیست ہونا۔ جاتا رہنا۔ اور خورشید ملکت نیابد زوال سے یہ غرض ہے کہ تیرے ملک کی رونق اور خوبی جاتی نہ رہے۔

حاصل پورے شعر کا حاصل یہ ہے کہ اے مخاطب کسی حالت ضرورت وغیرہ میں خود اپنے نفس کو اور نیز اپنے ماتحت لوگوں کو کسی پر ظلم وستم کرنے کی اجازت مت دے تاکہ تیرے ملک کی رونق اور خوبی باقی اور قائم رہے اور اس کو زوال نہ ہو۔

کسے کآتش ظلم زد در جہاں	**برآورد از اہلِ عالم فغاں**
جس شخص نے کہ ظلم کی آگ جہان میں لگائی	اس نے اہلِ جہاں کی فریاد کو نکالا (اور بلند کیا)

شرح کسے بیائے موصولہ بمعنی شخص۔ کاف صلہ کا۔ آتش۔ آگ۔ آتش زدن۔ آگ لگانا۔ آتش زد۔ آگ لگائی۔ برآورد۔ برلایا۔ اٹھایا۔ نکالا۔ بلند کیا۔ اہلِ عالم جہان والے۔ فغاں۔ فریاد۔

حاصل مطلب یہ کہ جو شخص لوگوں پر ظلم وستم کرتا ہے تو اس کے ظلم سے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں فریاد بلند کرتے ہیں اور اپنی زبان پر الامان

الامان گریہ وزاری کے ساتھ جاری کر کے اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں جس کا نتیجہ ظالم کے حق میں اچھا نہیں ہوتا۔

ستمکش گر آہے برآرد زدل	**زند سوزِ او شعلہ در آب وگل**
مظلوم اگر کسی قدر بھی آہ نکالتا ہے دل سے	تو اس کی سوزش شعلہ لگا دیتی ہے پانی اور مٹی میں

شرح ستمکش مظلوم جس پر ظلم کیا گیا ہو یہ اسم مفعول ترکیبی ہے یعنی کش صیغۂ امر اور لفظ ستم سے مرکب ہوا ہے اور اسم مفعول کے معنی دیتا ہے۔ گر مخفف اگر کا۔ آہے کے آخر میں یائے مجہول تقلیل کے لئے ہے برآرد (نکالتا ہے) واحد غائب فعل مضارع ہے برآوردن سے۔ زند واحد غائب فعل مضارع ہے زدن سے جس کے معنی (مارنا) ہیں۔ سوز۔ سوزش۔ جلن۔ شعلہ۔ آگ کی لپیٹ اور شعلہ زدن بمعنی شعلہ اور آگ لگانا۔ آب۔ پانی۔ گل۔ مٹی۔ آب وگل میں شعلہ لگانے سے یہ مراد ہے کہ مظلوم کی آہ کا یہ محال اور ناشدنی کو پیدا اور ظاہر کر دیتی ہے۔

حاصل حاصل یہ کہ مظلوم کی آہ جہاں کے خشک وتر کو اپنی سوزش سے جلا کر خاک سیاہ اور برباد وخراب کر ڈالتی ہے۔

مکن بر ضعیفانِ بیچارہ زور	**بیندیش آخر ز تنگیٔ گور**
بے چارے ضعیفوں پر زور مت کر	خوف کر آخر قبر کی تنگی سے

شرح مکن (مت کر) واحد حاضر فعل امر ہے کردن سے اور ضعیفان فارسی جمع ہے ضعیف کی بمعنی کمزور اور یہ موصوف ہے بیچارہ بمعنی بے تدبیر و بے سامان اس کی صفت ہے۔ اور زور کرنے سے مراد ہے ظلم اور ستانا۔ بیندیش (سوچ اور ڈر۔ خوف کر) واحد حاضر فعل امر ہے اندیشیدن سے۔ تنگی بیائے مصدری تنگ ہونا۔

گور۔ قبر۔

حاصل مطلب یہ کہ بے چارے کمزوروں پر زور مت کر اور ان کو ہرگز مت ستا اور موجب مشہور کے قبر کی تنگی کا تو خیال کر یعنی ظلم کے سبب سے قبر میں جو تنگی اور تاریکی ہوگی اُس سے تو ڈر۔

بآزارِ مظلوم مائل مباش	**ز دودِ دلِ خلق غافل مباش**
طرف ستانے مظلوم کے متوجہ مت ہو	لوگوں کے دل کے دھوئیں (آہ) سے غافل مت ہو

شرح آزار حاصل مصدر ہے آزردن سے مائل خواہش کرنے والا کسی طرف جھکنے والا متوجہ۔ مباش (مت ہو) واحد حاضر فعل نہی ہے بودن سے۔ دود۔ دھواں۔ دودِ دل۔ آہ۔ خلق بمعنی مخلوق مراد لوگ۔ غافل۔ غفلت کرنے والا۔

حاصل یعنی لوگوں کو مت ستا اور ان کی آہ سے غفلت میں مت رہ کیونکہ مظلوم کی آہ بہت جلد اثر کرتی ہے۔

مکن مردم آزاری اے تند رائے	**کہ ناگہ رسد بر تو قہر خدائے**
اے تیز عقل والے ظلم مت کر	ورنہ ناگاہ تجھ پر خدا کا قہر ٹوٹ پڑے گا

شرح مردم آزاری بیائے مصدری لوگوں کو ستانا۔ ان پر ظلم کرنا۔ تند رائے بدفکر۔ بدمزاج۔ بیوقوف۔ تیز عقل۔ کاف علت کا ہے۔ اور ناگہ مخفف ناگاہ کا معنی یکایک اچانک۔ رسد (پہنچے گا) واحد غائب فعل مضارع ہے رسیدن سے۔ قہر۔ غضب۔

حاصل مطلب یہ کہ جو لوگ ظلم کر چکے ہیں وہ خدا کے قہر و غضب میں مبتلا ہو چکے ہیں پس اگر تو بھی ظلم کرے گا تو تیرا بھی یہی حال ہوگا۔

ستم بر ضعیفانِ مسکین مکن	کہ ظالم بدوزخ رود بے سخن
مسکین کمزوروں پر ظلم مت کر	کیونکہ ظلم کرنے والا دوزخ میں جائے گا بیشک

شرح ستم ظلم۔ مسکین فقیر۔ بیچارہ۔ عاجز۔ رَوَد (جاتا ہے جائے گا) واحد غائب فعل مضارع ہے رفتن سے۔ بے سخن۔ بے گفتگو بے تنک۔

حاصل حاصل یہ کہ غریبوں اور بے کسوں پر ظلم کرنے والے کا دوزخ میں جانا بیشک ثابت اور واقع ہے اور اس میں کسی کو کلام اور گفتگو نہیں۔

در صفتِ قناعت

قناعت کی تعریف میں

شرح قناعت جو کچھ مل جائے اسی پر بسر کرنا۔ حرص وطمع نہ کرنا اور یہ (قناعت) ضد ہے طمع کی کیونکہ طمع میں زیادہ طلبی ہوتی ہے اور قناعت میں کم طلبی۔ اور اس بیانِ (قناعت) کو بیانِ (ظلم) کے ساتھ معنوی مناسبت ہے اس لئے کہ ظلم بادشاہ ظالم میں پایا جاتا ہے اور قناعت فقیر اور گداامیں۔ اور ظلم میں حد سے تجاوز کرنا اور بڑھ جانا ہوتا ہے۔ اور قناعت میں یہ بات نہیں ہوتی۔

دلا گر قناعت بدست آوری	در اقلیمِ راحت کنی سروری
اے دل اگر تو قناعت حاصل کرے گا	تو آرام کی اقلیم میں سرداری کرے گا

شرح دلا کے آخر میں الف ندائیہ ہے۔ گر مخفف اگر کا۔ بدست آوری صیغہ واحد حاضر فعل مضارع ہے بدست آوردن مصدر مرکب کا۔ اور بدست آوردن حاصل کرنا۔ اختیار کرنا۔ اقلیم۔ ملک۔ راحت۔ آرام۔ آسائش۔ کنی واحد حاضر فعل مضارع

ہے گردن کا۔ سروری۔ سرداری۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر تو قناعت کی صفت اختیار کرے گا تو بہت آرام اور خوشی اور خرسندی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرے گا اور داخلِ بہشت ہوگا کہ درحقیقت وہی اقلیم راحت ہے۔

اگر تنگدستی ز سختی منال	**کہ پیش خردمند ہیچ ست مال**
اگر تو مفلس ہے تو تکلیف سے نالہ مت کر	اس لئے کہ عقلمند کے نزدیک مال ناچیز ہے

شرح تنگ دست۔ مفلس۔ محتاج۔ تنگدستی کے آخر میں یائے خطابی ہے بمعنی ہستی۔ سختی تکلیف و رنج۔ منال۔ نالہ مت کر۔ شکایت و گلہ نہ کر۔ صیغہ واحد فعل نہی ہے نالیدن سے۔ خردمند۔ عقلمند۔ صاحب عقل۔ ہیچ ست بمعنی ہیچ چیز نیست و ناچیز ست و قدر و منزلت ندارد۔ کوئی قدر و قیمت نہیں۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مخاطب اگر تو محتاج اور مفلس ہو تو اس محتاجی مفلسی کا ہرگز گلہ و شکوہ نہ کر کیونکہ عاقل کے نزدیک مال کی کچھ قدر و منزلت نہیں ہے بلکہ وہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ کا خیال کرکے دنیوی تکالیف کو بالکل خیال میں نہیں لاتا اور حاجت کے وقت قاضی الحاجات کی جانب توجہ رکھتا ہے۔

ندارد خردمند از فقر عار	**کہ باشد نبی را ز فقر افتخار**
عقلمند آدمی فقر سے شرم نہیں رکھتا ہے	اس لئے کہ تھا پیغمبر صاحب کو فقر سے ناز

شرح فقر۔ محتاجی۔ فقیری۔ عار۔ شرم و ننگ۔ باشد بمعنی بود۔ افتخار۔ فخر کرنا۔ ناز کرنا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ عاقل فقر کو اختیار کرتے ہوئے شرماتا نہیں بلکہ خوشی سے اختیار کرکے ماسوی اللہ کے مستغنی اور خدا پرستی پر مستعد رہتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فقر بہت محبوب و پسندِ خاطر تھا اور آپ اس پر فخر و ناز فرمایا کرتے تھے کہ الفقر فخری یعنی فقر میرے لیے فخر ہے اور وہ جو آپ سے فقر کی نسبت منقول ہے کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا یعنی فقر قریب بکفر پہنچا دیتا ہے) اور اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ (یعنی فقر دونوں جہان کی روسیاہی ہے) تو اس فقر سے وہ فقر مراد ہے جو اضطراری ہو یعنی کسی انسان کو شامتِ اعمال اور بد افعالی وغیرہ کی وجہ سے لاحق ہو اور اس کو مضطرب و پریشان حال بنادے حاصل یہ کہ فقر اختیاری عمدہ چیز ہے اس کو اختیار کرنا مناسب ہے اور فقر اضطراری بہت بُرا ہے اگر کسی کو لاحق ہو تو توبہ و استغفار سے کام لینا چاہئے ورنہ خیریت نہیں

غنی را زر و سیم آرائش ست	**ولیکن فقیر اندر آسائش ست**
مالدار کے لیے سونا اور چاندی آرائش ہے	لیکن فقیر آسائش (آرام) میں ہے

شرح غنی ۔ دولتمند ۔ مالدار ۔ آرائش ۔ زینت ۔

حاصل مطلب یہ کہ اگرچہ مالداروں کو سیم و زر وغیرہ سے زینت ہوتی ہے اور بظاہر ان کو آرام و آسائش حاصل ہے لیکن درحقیقت اصلی آرام و آسائش فقیر ہی کے لیے ثابت ہے کیونکہ غنی کو سیکڑوں فکریں لاحق رہتی ہیں اور فقیر ہمیشہ بے فکری سے بسر کرتا ہے جس کو اصلی راحت و آسائش کہا جاسکتا ہے۔

غنی گر نباشی مکن اضطراب	**کہ سلطان نخواہد خراج از خراب**
اگر تو مالدار نہ ہو تو اضطراب مت کر	کیونکہ بادشاہ نہیں چاہتا ہے محصول ویرانہ سے

شرح گر مخفف اگر کا حرف شرط ہے۔ نباشی نہ ہوئے تو واحد حاضر نفی فعل مضارع ہے بودن مصدر کا۔ مکن مت کر۔ واحد حاضر فعل نہی ہے کردن مصدر کا۔ اضطراب بے قراری۔ پریشانی۔ گھبراہٹ۔ سلطان بادشاہ۔ خراج محصول۔ خراب ویرانہ۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر تو دولتمند نہ ہو تو غمگین نہ ہو اس لیے کہ بادشاہ ایسی زمین کا محصول نہیں طلب کرتا جو کہ آباد نہ ہو پس فقر اور غنی نہ ہونے کا ایک ادنیٰ سا فائدہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے کوئی شخص حتیٰ کہ بادشاہ تجھ سے مزاحمت نہیں کرتا اس کے علاوہ اور بہت بڑے بڑے فائدے ہیں۔

قناعت بہر حال اولیٰ ترست	**قناعت کند ہر کہ نیک اختر ست**
قناعت ہر حالت میں بہتر ہے	قناعت کرتا ہے وہ جو کہ خوش نصیب ہے

شرح بہر حال یعنی خواہ حالت فقر ہو خواہ حالت تونگری۔ اولیٰ بہتر۔ لفظ اولیٰ کے بعد لفظ تر کی زیادتی اہل فارس کا تصرف ہے ورنہ ضرورت نہیں کیونکہ اولیٰ خود اسم تفضیل ہے فافہم۔ نیک اختر نیک طالع۔ نیک بخت۔ اقبال مند۔

حاصل یعنی تم خواہ کسی حالت میں ہو تمہارے لئے قناعت بہتر ہے اور یہ خوش نصیبی کی علامت ہے۔

زنورِ قناعت برافروز جان	اگر داری از نیک بختی نشان
قناعت کے نور سے روشن کر جان کو	اگر تو نیک بختی سے نشانی رکھتا ہے

شرح نور وہ چیز کہ خود ظاہر ہو اور دوسرے کو ظاہر کردے۔ روشنی۔ برافروز۔ روشن کر۔ واحد حاضر فعل امر ہے برافروختن مصدر کا۔

حاصل اگر داری الخ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تیرے اندر نیک بختی موجود ہے اور بعض نسخوں میں بجائے داری کے لفظ خواہی ہے اس کا یہ مطلب کہ اگر تو نیک بخت ہونا چاہتا ہے فافہم۔ اور پہلا مصرعہ جزائے مقدم اور دوسرا مصرعہ شرط مؤخر ہے۔

در مذمّتِ حرص

حرص کی مذمت (برائی) میں

شرح حرص بمعنی طمع ولالچ۔ اور اس کی حقیقت دل کا مال وغیرہ کے ساتھ مشغول ہونا ہے اور یہ اخلاقِ ذمیمہ سے ہے۔ اس کے دور کرنے کا طریق یہ ہے کہ اپنا خرچ گھٹائے تاکہ زیادہ آمدنی کی فکر نہ ہو۔ اور آئندہ کی فکر نہ کرے کہ کیا ہوگا اور یہ سوچا کرے کہ حریص وطامع ہمیشہ ذلیل وخوار رہتا ہے۔ اور چونکہ قناعت اور حرص میں ایک قسم کی مناسبت ہے جیساکہ ظاہر ہے۔ اس وجہ سے قناعت کے بعد حرص کا بیان کرنا شروع کیا اور فرمایا

ایا مبتلا گشتہ در دامِ حرص	شدہ مست ولایعقل از جامِ حرص
اے مبتلا ہو گئے ہوئے حرص کے جال میں	اور مست وبے عقل ہو گئے ہوئے حرص کے پیالے سے
مکن عمر ضائع بہ تحصیلِ مال	کہ ہم نرخ گوہر نہ باشد سفال
مت کر برباد عمر کو مال کے حاصل کرنے میں	کیونکہ موتی کے برابر قیمت نہیں ہوتی ٹھیکری (کی)

شرح مبتلا۔ آزمایا ہوا۔ دام۔ جال۔ لایعقل۔ بے عقل۔ جام۔ پیالہ۔ تحصیل۔ حاصل کرنا۔ ہم نرخ۔ برابر قیمت۔ گوہر۔ جوہر و موتی۔ سفال۔ ٹھیکری۔

حاصل ان دونوں شعروں میں حریص کو نصیحت ہے کہ مال کے جمع کرنے میں عمر کو برباد کرنا نہ چاہیے کیونکہ عمر مثل گوہر کے ہے اور مال مانندِ سفال (ٹھیکری) کے ہے کہ کمینے اس کو جمع کیا کرتے ہیں۔ پس عمر کو مال کے حاصل کرنے میں ضائع کرنا گویا گوہر کو سفال کا ہم نرخ ٹھہراتا ہے۔

ہر آنکس کہ در بندِ حرص اوفتاد	دہد خرمنِ زندگانی بباد
جو شخص کہ حرص کے جال میں پھنس گیا ہے	وہ زندگانی کے کھلیان کو برباد کر رہا ہے

شرح بند۔ قید مراد جال۔ اوفتاد، گرا۔ پڑا یعنی پھنسا۔ اوفتادن سے ماضی کا صیغہ واحد غائب ہے۔ خرمن، تودۂ غلہ، کھلیان۔

حاصل یعنی جو شخص حرص میں مبتلا ہے وہ اپنی زندگانی کے کھلیان اور اعمال حسنہ کو برباد کر رہا ہے۔

گرفتم کہ اموالِ قارون تراست	ہمہ نعمتِ ربع مسکون تراست
میں نے فرض کر لیا کہ قارون کے خزانے تیرے لیئے	اور سب نعمت تمام دنیا کی تیرے لیے ہے
بخواہی شد آخر گرفتارِ خاک	چو بیچارگاں بادلِ دردناک
(لیکن) تو آخر کار قبر میں قید ہو گا	مانند بیچاروں کے ساتھ دلِ دردمند کے

شرح گرفتم بمعنی فرض کردم۔ اموال جمع مال۔ قارون ایک بہت بڑے مالدار کا نام ہے جو زکوٰۃ نہ دینے اور پیغمبر وقت (موسیٰ علیہ السلام) کا کہنا نہ ماننے

کے سبب سے زمین میں مع اپنے مال اور خزانوں کے دھنسا دیا گیا۔ ربع مسکون سے مراد تمام دنیا۔ بخواہی شد صیغہ واحد حاضر فعل مستقبل ہے شدن سے اس کے اول میں بائے موحدہ زائد ہے۔ بیچارگان فارسی جمع ہے بیچارہ کی۔ دردناک۔ دردمند وغمناک، اور بیچارگان کے ساتھ تشبیہ ہے دل کے دردناک ہونے میں یعنی جس طرح سے بیچاروں کا دل دردمند ہوتا ہے عدم مال سے، تیرا دل دردمند ہوگا حسرت مال سے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ بالفرض اگر تجھ کو قارون کا خزانہ اور تمام دنیا کی نعمت بھی مل جائے تو بھی تو آخر کار ایک نہ ایک دن مرے گا اور قبر ہی حسرت کے ساتھ دفن کر دیا جائے گا (پس تجھ کو مناسب ہے کہ غافل مت بن)۔

چرا میگدازی زسودائے زر (پس تو) کیوں پگھلتا ہے مال کے جنون سے	**چرا میکشی بار محنت چو خر** اور کیوں کھینچتا ہے محنت کا بوجھ مثل گدھے کے
چرا میکشی محنت از بہر مال اور کیوں محنت برداشت کرتا ہے مال کے لیے	**کہ خواہی شدن ناگہاں پائمال** (جبکہ) کہ تو ناگہاں پائمال (مردہ) ہو جائے گا

شرح چرا بمعنی برائے چہ۔ کیوں واسطے استفہام کے۔ میگدازی پگھلتا ہے تو صیغہ واحد حاضر فعل حال ہے گداختن سے۔ سودا۔ برا خیال۔ زر۔ مال و سونا۔ میکشی کھینچتا ہے تو (مراد برداشت کرتا ہے تو) صیغہ واحد حاضر فعل حال ہے کشیدن سے بار۔ بوجھ۔ محنت تکلیف ومشقت ورنج۔ خر بمعنی گدھا جانور جو حماقت میں ضرب المثل ہے۔ از بہر مال بمعنی برائے تحصیل مال۔ دوسرے مصرعہ میں کاف علت کا ہے یا اس سے پہلے لفظ مرگاہ محذوف ہے اور خواہی شدن میں خطاب ہے حریص کی طرف اور وہی فاعل فعل ہے۔ ناگہاں ظرف ہے واسطے مفاجات کے بمعنی یکایک اچانک و دفعۃً۔ اور پائمال

ہونے سے مراد موت ہے۔ اور بعض نسخوں میں بجائے خوابی شدن کے خوابد شدن ہے اس صورت میں اس کا فاعل مال ہوگا اور پائمال ہونے سے برباد ہونا مال کا مراد ہوگا۔ اور ان دونوں شعروں کے تینوں مصرعے یا تو معلول ہیں اور چوتھا مصرعہ علت ہے یا تینوں مصرعے جزائے مقدم ہیں اور چوتھا مصرعہ شرط مؤخر ہے اور چہ آمیگد ازی زسودائے زر، کے بعد از خواری خویش خبرداری محذوف ہے۔

حاصل حاصل یہ کہ تو نے زر کو ایک معشوق مقرر کر کے اپنے آپ کو اس کا عاشق ٹھہرایا ہے اور اپنی خواری و ذلت کی خبر نہیں رکھتا ہے یعنی جیسے عاشق کو اپنی خواری کی خبر نہیں ہوتی ہے اور معشوق کے وصال کی طلب میں رہتا ہے، اسی طرح تیرا حال ہے کہ زر کو معشوق سمجھ کر اس کی تحصیل وتلاش میں سرگرداں ہے اور ذلیل و خوار ہو رہا ہے اور بارِ محنت چو خر یعنی بارِ غم در طلب حصولِ بسیار مال اور خر کے ساتھ تشبیہ بوجہ گھسیٹنے میں ہے یعنی تو جو بہت مال کی تحصیل میں لدو گدھا بن رہا ہے یہ کس واسطے ہے؟ یعنی یہ سب لاحاصل اور بے فائدہ ہے پس خدا کی محبت اختیار کر تاکہ دونوں جہاں میں فائدہ ہو۔ اور دوسرے شعر کا حاصل یہ ہے کہ مال کی تحصیل میں تو محنت و مشقت کیوں برداشت کرتا ہے یعنی ایسا ہرگز مت کر کیونکہ تو اچانک مر جائے گا اور تیرا یہ سب مال پائمال و برباد ہو جائے گا دوسرے لوگ مزے اڑائیں گے تو حسرت کرے گا اور کچھ زور نہ چل سکے گا یا یہ کہ تیری زندگی ہی میں تیرا مال بوجہ چوری و لوٹ وغیرہ ہو جانے کے تیرے ہاتھ سے جاتا رہے گا اور برباد ہو جائے گا۔ پس ایسی چیز کے لیے محنت فضول ہے۔

چناں دادہ دِل بہ نقشِ دِرم	**کہ ہستی زِ ذوقش ندیم ندم**
اس طرح تو نے دے دیا ہے دل درم کے ٹھپے پر	کہ ہے تو اس کی لذت سے مصاحب پشیمانی کا

شرح دل دادن عاشق ہونا۔ نقش ٹھپہ۔ درم ایک سکہ ہے چاندی کا تقریب ساڑھے

تین ماشہ کے۔ کاف دوسرے مصرعہ کا بیان ہے چناں کا۔ ذوق لذت و مزہ۔ ندیم ہمنشیں و مصاحب۔ ندم ندامت و پشیمانی۔ نقشِ درم سے مراد درم کی ہیئت مجموعی ہے یعنی پورا درم اور چونکہ بغیر نقش کے رائج نہیں اس لیے نقشِ درم کہہ دیا۔

حاصل حاصل یہ کہ تو درم پر ایسا عاشق و فریفتہ ہو رہا ہے کہ اس کی وجہ سے لوگ تجھ کو ایسی باتیں کہتے ہیں کہ باعث ندامت و شرم ہوتی ہیں۔

بعض نسخوں میں مصرعہ اولیٰ اس طرح ہے سہ

چناں دادہ نقشِ دل بر درم یعنی اس طرح دیا ہے تو نے نقش دل کا اوپر درم کے۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ تو نے اس طرح اپنے دل کو درم کا نقش اور ٹھپہ بنا دیا ہے کہ اس کی وجہ سے ندامت کا مصاحب بن گیا ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ جس طرح ٹھپہ درم سے علیحدہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے ہر وقت پیوستہ رہتا ہے اسی طرح تیرا دل بھی ہر وقت درم میں لگا رہتا ہے اور اس کی وجہ سے ہر وقت ندامت و پشیمانی تجھ کو حاصل ہوتی رہتی ہے۔ یہ نسخہ بنظر مبالغۂ محبتِ درم کے پہلے نسخہ سے زیادہ بلیغ و عمدہ ہے چناں اسم کنایہ ہے جس میں ابہام کی وجہ سے بیان کی ضرورت پڑتی ہے۔

چناں عاشق روئے زر گشتہ	**کہ شوریدہ احوال و سرگشتہ**
تو ایسا عاشق ہو گیا ہے سونے کے منہ پر	کہ پریشان احوال اور حیران ہے تو

شرح روئے۔ منہ۔ زر۔ سونا و مال۔ گشتہ۔ ہوا ہے تو صیغۂ واحد حاضر فعل ماضی قریب ہے گشتن سے۔ شوریدہ۔ پریشان۔ احوال جمع حال کی۔ سرگشتہ۔ حیران و پریشان اس کے آخر میں ہمزہ بمعنی ہستی ہے۔

حاصل مطلب یہ کہ تو مال و دولت پر ایسا فریفتہ ہوا ہے کہ بالکل دیوانہ و حیران ہو رہا ہے۔ تجھ کو ایسا مناسب نہیں، اس کو ترک کر کے اللہ کی محبت

میں مشغول ہو جس سے دارین میں سرخروئی حاصل ہوتی ہے۔

چناں گشتہ صید بہرِ شکار	**کہ یادت نیاید ز روزِ شمار**
تو ایسا شکاری ہو گیا ہے شکار کے لیے	کہ یاد تجھ کو نہیں آتی قیامت کے دن کی

شرح صید مصدر ہے بمعنی شکار کردن مگر اس جگہ بمعنی اسم فاعل یعنی صیاد کے مستعمل ہوا ہے جس کو شکاری کہتے ہیں۔ بعض نسخوں میں بجائے صید کے سِید (بکسر سین مہملہ و یائے معروف) ہے جس کو فارسی میں گرگ اور اردو میں بھیڑیا کہتے ہیں، اور مراد ان دونوں سے حریص ہے، اور شکار سے مراد تحصیلِ مال و متاعِ دنیا ہے اور یادت نیاید بمعنی یاد ترا نیاید۔ روزِ شمار۔ روزِ قیامت کہ اس دن لوگوں کی نیکی و بدی وغیرہ کا حساب و شمار ہوگا۔

حاصل حاصل شعر یہ ہے کہ تو دنیا کے حاصل کرنے میں ایسا پھنس گیا ہے کہ قیامت کے دن کو بالکل بھول گیا ہے، ایسا نہ ہونا چاہیئے کچھ تو خوف اور ڈر لازم ہے۔

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد	**کہ از بہرِ دنیا دہد دین بباد**
نہ ہو اس کمینہ کا دل خوش	جو کہ دنیا کے واسطے دین کو برباد کرے

شرح مبادا کا پہلا الف دعائیہ اور ثانی زائد ہے، اور یہ دعائے بد ہے شیخ علیہ الرحمۃ کی جانب سے۔ فرومایہ۔ کمینہ۔ از بہرِ دنیا بمعنی برائے حصول دنیا۔ اور کمینہ کہنا حریص کو بوجہ اس کی حرص وغیرہ کے ہے اور دوسرا مصرعہ بیان ہے آں فرومایہ کا۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جو شخص حریص ہو اور ترقی مال و دولت کی وجہ سے نماز، روزہ حج، زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو ایسے شخص کا دل خدا کرے خوش نہ رہے۔

اللّٰهم احفظنا۔

درصفتِ طاعت وعبادت

بندگی اور عبادت کی تعریف میں

شرح بابِ حرص کے بعد طاعت وعبادت کے ذکر کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب تو نے حرص کی مذمت و برائی سُن لی تو اس کو چھوڑ کر طاعت و عبادت میں مشغول و مصروف ہو، اور اس میں ہرگز تکاسل وتساہل اور سستی مت کر اور ریا و سُمعہ سے بھاگ یعنی لوگوں کے دکھانے سنانے کے لیے عبادت نہ کر بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے لیے عبادت کرتا رہ، اور نیت کو ٹھیک و درست رکھ۔

کسے را کہ اقبال باشد غلام	**بود میلِ خاطر بطاعت مدام**
جس شخص کا کہ اقبال غلام ہوتا ہے	اس کے دل کی خواہش ہمیشہ بندگی کی طرف ہوتی ہے

شرح میل۔ رغبت۔ خواہش۔ خاطر۔ دل۔ طاعت خدا کی بندگی۔ مدام۔ ہمیشہ۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جو شخص عند اللہ اور عند الناس صاحب اقبال ہوتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس کا دل ہمیشہ طاعت وعبادت کی طرف مائل رہتا ہے۔

پہلے مصرعہ کی اصل اس طرح ہے "کسیکہ اقبال غلام او باشد"۔ اور دوسرے مصرعہ کی اصل یوں ہے "مدام میلِ خاطرش بطاعت بود"۔

نشاید سر از بندگی تافتن	**کہ دولت بطاعت توان یافتن**
بندگی سے سر کو پھیرنا نہ چاہئے	کیونکہ دولت بسبب عبادت کے پا سکتے ہیں

شرح نشاید۔ نہ چاہئے۔ سر تافتن۔ انکار کرنا۔ بندگی۔ عبادت و فرمانبرداری۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ خدا کی عبادت سے انکار نہ کرنا چاہیئے اس لیے کہ دولتِ دارین اسی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ عبادتِ خدا سے مقبولِ خدا ہو جاتا ہے اور جو مقبولِ خدا ہوتا ہے وہ خلائق کا بھی مقبول بن جاتا ہے اور اس کو طرح طرح کے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

سعادت ز طاعت میسّر شود	**دل از نورِ طاعت منور شود**
نیک بختی عبادت سے حاصل ہوتی ہے	دل عبادت کے نور سے روشن ہوتا ہے

شرح سعادت۔ نیکی و نیک بختی، مراد سعادتِ دارین ہے۔ طاعت خدا کی عبادت اور بندگی۔ میسّر آسان و حاصل۔ شود بمعنی ہشود۔ نور روشنی یعنی وہ شے کہ خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر کردے، منوّر تاباں و روشن۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جب انسان عبادتِ خدا میں مصروف ہو جاتا ہے تو اس کو سعادتِ دارین کا حاصل کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کا دل بھی روشن و تاباں ہو جاتا ہے جس سے بُرے بھلے کاموں میں تمیز کرلیتا ہے۔

اگر بندی از بہرِ طاعت میاں	**کشاید درِ دولتِ جاوداں**
اگر تو باندھے گا واسطے عبادت کے کمر کو	تو کھل جائے گا (تجھ پر) دروازہ ہمیشگی کی دولت کا

شرح بندی تو باندھے گا صیغۂ واحد حاضر فعل مضارع ہے بستن سے۔ از بہر بمعنی برائے۔ میان بمعنی کمر اور کمر بستن کنایہ ہے مستعد و آمادہ ہونے سے کشاید بمعنی کشادہ شود۔ در۔ دروازہ۔ جاوداں ہمیشگی و ہمیشہ۔

حاصل حاصل یہ کہ اگر تو خدا کی عبادت پر مستعد ہو جائے گا تو تجھ کو ہمیشگی کی دولت حاصل ہو جائے گی یعنی تو زندۂ جاوید سمجھا جائے گا اور ولی و مقرب خدا ہو جائے گا۔

مصرعہ ثانی کا حاصل اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ تجھ کو ہمیشہ کی دولت یعنی دولتِ آخرت اور مقبولیت عند اللہ و عند الناس حاصل ہو جائے گی۔

فائدہ بعض نسخوں میں مصرعہ ثانیہ اس طرح ہے ؎

بدست آوری دولتِ جاوداں

اس میں بدست آوری بمعنی حاصل کنی ہے اور یہ فعل با فاعل ہے اور دولتِ جاوداں مجموعہ مفعول بہٖ ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے تو حاصل کرے گا دولتِ جاوداں کو اور حاصل اس کا بھی مثل سابق کے ہو گا جس کی تقریر و تفصیل گذر چکی ہے۔

زطاعت نہ پیچد خردمند سر	**کہ بالا ز طاعت نباشد ہنر**
عبادت سے نہیں پھیرتا ہے عقلمند سر	کیونکہ بڑھ کر عبادت سے نہیں ہوتا ہے کوئی ہنر

شرح سر نہ پیچد بمعنی انکار نہ کند و ترک نہ نماید۔ خردمند عاقل و عقلمند۔ بالا بمعنی فائق و بزرگ و بہتر۔ ہنر یعنی کارِ دیگر۔

حاصل حاصل یہ کہ عقلمند آدمی عبادت سے انکار نہیں کرتا اور اس کو ترک نہیں کرتا کیونکہ اس سے بڑھ کر اور بہتر کوئی دوسرا ہنر اور کام نہیں ہے، اور اسی کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر قدر ہے۔

فائدہ بعض نسخوں میں بجائے بالاز طاعت کے بالائے طاعت باضافت ہے، اور حاصل دونوں نسخوں کا ایک ہی ہے۔

زبہرِ عبادت وضو تازہ دار	**کہ فردا ز آتش شوی رستگار**
واسطے عبادت کے وضو کو تازہ رکھ	تاکہ قیامت کے دن دوزخ سے تو نجات پانے والا ہوئے

شرح زبہر بمعنی برائے۔ عبادت سے مراد عبادتِ بے ریا کیونکہ یہی عبادت باعث نجات ہوگی۔ وضو تازہ دار سے مراد ہے وضو پر وضو کرنا ہمیشہ با وضو رہنا اور مراد اس سے عبادت میں نہایت اہتمام و انتظام ہے جیسا کہ متقیوں کی شان ہے۔ فردا روزِ آئندہ مراد قیامت کا روز۔ آتش آگ۔ مراد دوزخ۔ شوی ہووے تو صیغہ واحد حاضر فعل مضارع ہے شدن سے۔ رستگار بفتح حرف اول بمعنی نجات یابندہ یعنی چھوٹنے والا اور بچ جانے والا۔

حاصل حاصل یہ کہ جب تو عبادت کر تو وہ عبادت بغیر ریا کے نہایت اہتمام سے ہو تاکہ قیامت کے دن تیرے لیے باعثِ نجات ہو۔

فائدہ بعض نسخوں میں بجائے "زبہر عبادت" کے "بآبِ عبادت" ہے یعنی عبادت کے پانی سے وضو کو تازہ رکھ، مطلب یہ کہ ہر وقت خدا کی عبادت کے لیے آمادہ و مستعد رہ، مگر پہلا نسخہ جو داخلِ متن کیا گیا ہے عمدہ و مناسب ہے۔

نماز از سرِ صدق برپا بدار	**کہ حاصل کنی دولتِ پائدار**
نماز کو از روئے صدق کے قائم رکھ	تاکہ تو حاصل کرے پائدار دولت کو

شرح نماز ترجمہ صلوٰۃ۔ صدق سچائی۔ خلوص۔ سرِ صدق یعنی بے ریا اخلاص کے ساتھ برپا بدار۔ قائم رکھ۔ پائدار۔ ثابت قائم مضبوط۔ دائمی۔

حاصل اس سے پہلے شعر میں لفظِ عبادت کا آیا تھا اُسی کی یہاں تصریح ہے اور تخصیص ذکرِ نماز کی اس وجہ سے ہے کہ اس میں لوگ اکثر کاہلی و سستی کرتے رہتے ہیں حالانکہ یہ ہر روز پانچ وقت فرض ہے اور اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ سرِ صدق میں اس امر کی تصریح ہے کہ نماز میں ریا و سُمعہ کی نیت نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ ہو۔ اور پائدار میں حکم ہے محافظت اور دوام ادا کا، پہلے مصرعہ میں برپائدار صیغۂ واحد حاضر فعل امر کا ہے برپا داشتن سے جس کا ترجمہ یہ ہے قائم رکھنا۔ اور دوسرے مصرع میں پائدار بمعنی ثابت و قائم و مضبوط ہے، اور ان دونوں میں تجنیسِ تام ہے، اور دولتِ پائدار سے وہی مراد ہے جو کہ دولتِ جاوداں سے جس کی تقریر پہلے گذر چکی ہے۔

زطاعت بود روشنائی جان	**کہ روشن ز خورشید باشد جہان**
عبادت سے (حاصل) ہوتی ہے روشنی جان کی	جیسے سورج سے جہان روشن ہوتا ہے

شرح روشنائی۔ روشنی۔ جان۔ ترجمہ روح۔ کہ برائے تشبیہ

حاصل یعنی عبادت کرنے سے روحِ انسانی منور اور روشن ہو جاتی ہے پس عبادت جان کے لیے مثل آفتاب کے ٹھہری کہ وہ جہان کو روشن کرتا ہے اور یہ جان کو۔

پرستندۂ آفرینندہ باش	**در ایوانِ طاعت نشینندہ باش**
پوجنے والا پیدا کرنے والے کا رہ	عبادت کے محل میں بیٹھنے والا رہ

شرح پرستندہ ترجمہ فارسی ہے عابد کا اور اسم فاعل کا صیغہ ہے پرستیدن سے یعنی پرستش کرنے والا۔ آفرینندہ ترجمہ فارسی ہے خالق کا اور اسم فاعل کا

صیغہ ہے آفریدن سے یعنی پیدا کرنا۔ ایوان۔ محل۔ ایوانِ طاعت وہ محل و مقام جو عبادت کرنے کے لیے علیحدہ بغرضِ خلوت مقرر کرلیا جائے۔ نشیننده۔ بیٹھنے والا اسم فاعل کا صیغہ ہے نشستن سے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو پیدا کیا ہے پس تو اسی کی عبادت کرتا رہ۔ اور غیر اللہ کی طرف ذرا بھی التفات نہ کر، اور عبادت خانہ کی خلوت میں بیٹھ کر وقت گزار، اس لیے کہ عزلت گزینی اور گوشہ نشینی کے ساتھ عبادت میں جس قدر مزہ و لطف ہوتا ہے بغیر اس کے نہیں ہوتا۔ لیکن یہ خلوت نفل عبادت کے لیے بہتر و مناسب ہے۔ مگر عبادتِ مفروضہ کا مسجدوں میں باجماعت ادا کرنا ضروری ہے اور اس کے خلاف میں سخت مضرت و نقصان ہے۔

اگر حق پرستی کنی اختیار	**در اقلیمِ راحت شوی شہریار**
اگر تو حق پرستی اختیار کرے گا	تو راحت کی اقلیم میں بادشاہ ہو جائے گا

شرح حق پرستی خدا کو پوجنا۔ اور اقلیمِ راحت میں بادشاہ ہونا کنایہ ہے بہت راحت حاصل ہونے سے۔ اور راحت بمعنی آرام و آسائش ہے۔ اور مراد اس سے خود راحت ہی ہے یا جنت مراد ہے۔ شہریار، بادشاہ۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جو کوئی خدا پرست ہوتا ہے اس کو بہت ہی راحت حاصل ہوتی ہے۔

فائدہ بعض نسخوں میں بجائے راحت کے دولت ہے اور اقلیمِ دولت میں بادشاہ ہونا کنایہ ہوتا ہے بہت دولتمند ہونے سے پس دولت سے مراد دولتِ اخروی ہوگی جس کے روبرو دولتِ دنیاوی بالکل ہیچ و لوچ ہے۔

سر از جیب پرہیزگاری برآر	کہ جنت بود جائے پرہیزگار
سر کو پرہیزگاری کے گریبان سے ظاہر کر	کیونکہ بہشت پرہیزگار کی جگہ ہوگی

شرح جیب گریبان۔ پرہیزگاری خدا سے ڈرنا اور برائیوں سے بچنا۔ برآر صیغہ واحد حاضر فعل امر ہے برآوردن سے جس کے معنی ہیں ظاہر کرنا۔ بلند کرنا۔ اٹھانا۔ پرہیزگار خدا سے ڈرنے والا اور برائیوں سے بچنے والا۔

فائدہ شریعت میں بعض تو وہ افعال ہیں جن کے کرنے کے لیے حکم کیا گیا ہے جیسے روزہ نماز۔ اور بعض وہ احکام ہیں جن کے کرنے سے منع کیا گیا ہے جیسے ناچ دیکھنا کسی کی حق تلفی کرنا وغیرہ۔ ان احکام کی پابندی کا نام پرہیزگاری ہے۔ بعض حضرات کی عادت ہوتی ہے کہ عبادت وغیرہ تو کرتے ہیں مگر جن امور سے شرع میں روکا گیا ہے ان سے نہیں بچتے۔

حاصل حاصل اس شعر میں اس امر کی تعلیم ہے کہ عبادت بھی کرو اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان کے پاس و نزدیک بھی مت جاؤ اور اسی امر اخیر کا نام عرف میں تقویٰ و پرہیزگاری ہے اور جو اس کو اختیار کرتا ہے اس کو متقی و پرہیزگار کہا جاتا ہے۔ اور سر کو پرہیزگاری کے گریبان سے ظاہر کرنے کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ متقی اور پرہیزگار بن جاؤ اور برآر میں اس طرف اشارہ ہے کہ پرہیزگار کا سر بلند اور اونچا رہتا ہے اور بدکار کا سر عند اللہ وعند الناس جھکا ہوا اور نیچا۔ اور متقی و پرہیزگار کی جگہ جنت میں ہونا امر یقینی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ یعنی بیشک پرہیزگار لوگ جنتوں اور چشموں میں رہیں گے۔

ز تقویٰ چراغِ عمل برفروز	**کہ چوں نیک بختاں شوی نیک روز**
پرہیز گاری سے عمل کے چراغ کو روشن رکھ	تاکہ تو بھی نیکبختوں کی طرح سعادت مند ہو جائے

شرح تقویٰ - پرہیز گاری - چراغِ عمل سے خود عمل مراد ہے یعنی عمل یا تقویٰ اختیار کر - اور برفروز صیغہ واحد حاضر فعل امر ہے برافروختن سے - بعض نسخوں میں بجائے عمل کے لفظ رواں ہے اور رواں بمعنی روح و جان -

حاصل حاصل یہ ہے کہ تقویٰ سے ایک تو یہ فائدہ ہے کہ متقی جنتی ہو جاتا ہے جیسا کہ گذر چکا - اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے عمل کا چراغ یا جان کا چراغ مرتے وقت تک نور دار رہتا ہے ورنہ بعض گناہوں کی شامت سے یہ چراغ مرتے وقت بجھ جاتا ہے اور تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے متقی آدمی نیک روز یعنی سعید اور اقبال مند بن جاتا ہے -

کسیرا کہ از شرع باشد شعار	**نہ ترسد ز آسیبِ روزِ شمار**
جس شخص کا کہ شرع سے ہو گا لباس	وہ نہیں ڈرے گا قیامت کے آسیب (صدمے) سے

شرح پہلے مصرعہ کی اصل عبارت اس طرح ہے کسیکہ شعارِ او ثابت از شرع باشد شرع دین کی راہ جس کے موافق چلنے کا اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حکم فرمایا ہے - شعار بالکسر وہ لباس جو متصل بدن کے، کپڑوں کے نیچے پہنتے ہیں جیسے کرتہ وغیرہ اور اوپر والے کپڑوں کو دثار کہتے ہیں - نہ ترسد - نہیں ڈرتا ہے اور نہیں ڈرے گا صیغہ واحد غائب فعل مضارع ہے ترسیدن سے - آسیب صدمہ و تکلیف - روزِ شمار - حساب کا دن مراد قیامت -

حاصل حاصل یہ ہے کہ جو شخص شریعت کا اتباع اور پیروی کرتا رہتا ہے اور ہر حالت میں دائرہ شریعت سے قدم کو باہر نہیں رکھتا اس کو قیامت کا صدمہ و تکلیف کا کچھ بھی خوف نہ ہوگا اور یہ بالکل سچ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ۚ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (سورۂ انبیاء رکوع اخیر۔ پارہ۔۱۷)

ترجمہ:۔ جن کو آگے ٹھہر چکی ہماری طرف سے نیکی وہ اس (جہنم) سے دور رہیں گے نہیں سنتے اس کی آہٹ اور وے اپنے جی کے مزے میں سدا رہیں گے۔ نہ غم ہوگا ان کو اس بڑی گھبراہٹ میں اور لینے آئیں گے ان کو فرشتے آج دن تمہارا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا تھا (ترجمۂ شاہ عبد القادر صاحبؒ) فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یعنی جنہوں نے ہماری ہدایت کی پیروی کی ان کو خوف ہوگا اور نہ حزن)۔

درمذمتِ شیطان

شیطان کی برائی مذمت کے بیان میں

شرح مذمت برائی۔ شیطان خدا کا نافرمان یہ لقب ہے عزازیل علیہ اللعنۃ کا۔ شیطان کی برائی کا بیان اس غرض سے ہے کہ لوگ اس کو سن کر اس کے مکرو فریب سے بچیں اور اس کو اپنا دوست ہرگز ہرگز نہ سمجھیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ؕ یعنی اے بنی آدم شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور یہ بھی ارشاد ہوا ہے فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا یعنی پس تم بھی اس شیطان کو دشمن سمجھتے رہو۔ اور پہلے بیان سے اس بیان کو مناسبت یہ ہے کہ پہلے تو بیان تھا طاعت اور فرمانبرداری کا اور اب بیان ہے عصیان اور نافرمانی کا اور یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

دلا ہر کہ محکوم شیطان بود	**شب و روز در بند عصیان بود**
اے دل جو شخص شیطان کا تابع ہوتا ہے	رات اور دن گناہ کی فکر میں رہتا ہے

شرح دلا بمعنی اے دل۔ اگرچہ خطاب اپنے دل سے کیا ہے مگر مقصود خطاب علم ہے جیسا کہ بلیغوں کی شان ہے۔ محکوم۔ تابع۔ فرمانبردار۔ بود مضارع ہے بودن کا جس کے معنی ہیں ہونا اور رہنا۔ شب و روز سے مراد ہمیشہ اور ہر وقت۔ بند قید و فکر۔ عصیان گناہ و نافرمانی۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جو شخص شیطان کے بہکانے کے موافق چلتا رہتا ہے اس سے بجز گناہ کے کوئی دوسرا کام ظہور میں نہیں آتا جس کا نتیجہ آخر کار جہنم میں جانا ہے قال اللہ تعالیٰ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ط یعنی اللہ تعالیٰ کا شیطان کو اس طرح عتاب ہے کہ "اے شیطان میں بیشک بھروں گا دوزخ کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے جو تیرے تابع ہوں گے اور تیرا کہنا مانیں گے۔"

کسے را کہ شیطان بود پیشوا	**کجا باز گردد براہ خدا**
جس شخص کا کہ شیطان پیشوا ہوتا ہے	وہ کہاں لوٹ سکتا ہے طرف راہِ خدا کے

شرح پیشوا کسی قوم کا سردار۔ رہنما۔ آگے چلنے والا۔ کجا باز گردد بمعنی کہاں لوٹ سکتا ہے یعنی نہیں لوٹ سکتا۔ مضارع کا صیغہ ہے بازگشتن سے اور اس میں استفہام انکاری ہے۔ براہِ خدا یعنے بسوئی راہِ خدا۔

حاصل حاصل یہ کہ ہر قوم اپنے امام کے پیچھے پیچھے اور اس کے تابع ہوتی ہے۔ پس جس کا امام شیطان ہو تو وہ خدا کی راہ کی طرف کیسے لوٹ سکے گا کیونکہ شیطان تو دوزخ کی راہ کی طرف چل رہا اور سب کو چلا رہا ہے۔

کسے راکہ شیطان بود یارِ غار	نباشد مقامش بدار القرار
جس شخص کا کہ شیطان یارِ غار ہووے	نہیں ہو سکتا ہے مقام اس کا بہشت میں

شرح یارِ غار بہت سچا دوست۔ گہرا دوست۔ دار القرار سے مراد بہشت۔

حاصل حاصل یہ کہ جس شخص نے شیطان کو اپنا یارِ غار بنا رکھا ہے وہ بہشت میں ہرگز ہرگز نہیں جا سکتا (مگر یہ کہ عنایت ایزدی اس کی جانب متوجہ ہو جائے اور وہ شیطان کا ساتھ چھوڑ دے)۔

اس شعر کا اور اس سے پہلے والے شعر کا مطلب قریب ہے اسی لیے بعض نسخوں میں یہ شعر موجود نہیں بہرحال اس کی نثر اس طرح ہے۔ کسیکہ شیطان (علیہ اللعن) یارِ غار او بود مقامِ آنکس در دار القرار نباشد۔

دلا عزمِ عصیاں مکن زینہار	کہ رحمت کند بر تو پروردگار
اے دل گناہ کا قصد ہرگز مت کر	تاکہ رحمت کرے تجھ پر اللہ تعالے

شرح عزم۔ ارادہ۔ عصیاں گناہ۔ زینہار۔ ہرگز۔ پروردگار۔ پالنے والا۔

حاصل حاصل شعر یہ ہے کہ ہر شخص کو چاہیئے کہ گناہ کا قصد و ارادہ ہرگز ہرگز نہ کرے اور اگر باغوائے نفس و شیطان کبھی ایسا ارادہ ہو جائے تو خدا کے خوف سے اس ارادہ سے باز رہے پس ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن رحمت نازل فرمائے گا اور جنت میں داخل کر دے گا جیسا کہ فرمایا ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى یعنی جو شخص اپنے پروردگار کے روبرو

کھڑے ہونے سے ڈر جائے اور اپنے نفس کو نفسانی خواہش سے روک لے پس بیشک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔"

فائدہ بعض نسخوں میں مصرعۂ ثانی اس طرح ہے ؎

کہ فردا نباشی زحق شرمسار

اس کا حاصل یہ ہے کہ جو کوئی گناہ کرے گا قیامت کے دن خدا سے شرمندہ ہوگا۔ اور بعض نسخوں میں اس طرح ہے ؎

کہ فردا ز آتش شوی رستگار

یہ ٹھیک نہیں ہے اس لیے کہ یہ مصرعہ اس سے پہلے بیانِ طاعت میں آچکا ہے۔

زعصیاں کند ہوشمند احتراز	**کہ از آب باشد شکر را گداز**
عقلمند آدمی گناہ سے پرہیز کرتا ہے	کیونکہ پانی سے شکر گھل جاتی ہے

شرح ہوشمند۔ عقلمند۔ احتراز پرہیز کرنا۔ بچنا۔ گداز گھلنا' یہ گداختن کا حاصل مصدر ہے۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ عقلمند گناہ سے اس لیے اجتناب اور احتراز کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ جیسے پانی سے شکر گھل جاتی ہے اسی طرح گناہ سے نیکی زائل و برباد ہو جاتی ہے۔

کند نیکبخت از گنہ اجتناب	**کہ پنہاں شود نورِ مہر از سحاب**
نیک بخت آدمی گناہ سے بچتا رہتا ہے	کیونکہ پوشیدہ ہو جاتا ہے نور سورج کا ابر سے

شرح اجتناب پرہیز کرنا۔ بچنا۔ پنہاں پوشیدہ۔ مہر آفتاب۔ سورج۔ سحاب ابر۔ بدلی۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ نیک بخت آدمی گناہ سے اس لیے بچتا رہتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ گناہ مثل ابر کے ہے اور قلب مثل سورج کے پس جیسے ابر سورج کے نور کو چھپا لیتا ہے اس طرح گناہ نورِ قلب پر اپنا اثر ڈالتا ہے اور قلب کو تاریک و ظلماتی بنا دیتا ہے۔

فائدہ مصرعۂ ثانیہ کی اصل یوں ہے۔ زیرا کہ میدانند کہ چنانکہ نورِ مہر از سحاب پنہاں می شود ہمچنیں از گناہ کردن قلب ظلمانی و تاریک میگردد۔

مکن نفسِ امارہ را پیروی	**کہ ناگہ گرفتارِ دوزخ شوی**
مت کر نفس امارہ کی پیروی	ورنہ ناگہ تو دوزخ کا قیدی ہو جائے گا

شرح نفس امارہ وہ نفس کہ برائیوں کی طرف رغبت دلائے۔ اور لفظ را علامتِ اضافت ہے۔

فائدہ اصل مصرعۂ اول کی اس طرح ہے "پیروی نفس امارہ مکن"۔ اور دوسرے مصرع کی گویا اصل اس طرح ہے زیرا کہ اگر پیروی کنی ناگاہ گرفتارِ دوزخ شوی"۔

حاصل نفسِ امارہ و سرکش کی پیروی ہرگز مت کر کیونکہ اگر تو پیروی اس نفس امارہ کی کرے گا تو ناگاہ دوزخ کا قیدی بنے گا۔ وجہ یہ ہے کہ نفس امارہ تجھ کو بدی و برائی کی رغبت دلائے گا اور بدی و برائی دوزخ کی طرف لے جانے والی چیز ہے قال اللہ تعالیٰ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ یعنی بے شک نفس البتہ حکم کرنے والا ہے ساتھ بدی کے

اگر بر نتابد ز عصیاں دلت	**بود اسفل السافلین منزلت**
اگر نہیں پھرے گا گناہ سے تیرا دل	تو ہوگا دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ مقام تیرا

شرح بر نتابد میں لفظ بر زائد ہے اور نتابد صیغۂ واحد غائب نفی فعل مضارع ہے

تافتن سے۔ یعنی نہیں پھیرے گا۔ اسفل السافلین سب مقاموں سے نیچا مقام۔ مراد دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ۔ منزل مقام، اترنے کی جگہ۔

حاصل حاصل یہ کہ اگر تو گناہ سے باز نہ رہے گا تو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا قال اللہ تعالیٰ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔

فائدہ بعض نسخوں میں بجائے بر نتابد کے سر نتابد ہے، اس صورت میں لفظ سر مفعول بہ ہوگا اور ترجمہ یہ ہوگا کہ اگر سر کو نہ پھیرے گا گناہ سے دل تیرا یعنی گناہ ہی کی طرف مائل و راغب رہے گا۔

مکن خانۂ زندگانی خراب	**بسیلابِ فعلِ بد و ناصواب**
مت کر زندگانی کا گھر ویران	بُرے اور نادرست فعل کے سیلاب سے

شرح خانہ۔ گھر۔ زندگانی۔ زندگی۔ خراب۔ ویران۔ سیلاب۔ پانی کی باڑھ۔ فعلِ بد۔ برا کام۔ ناصواب۔ نادرست۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ گناہ اور برے کام مثل سیلاب کے ہوتے ہیں اور زندگی مثل گھر و مکان کے۔ پس جیسے سیلاب کے آنے سے مکانات منہدم و ویران ہوجاتے ہیں اسی طرح گناہ اور برے کاموں سے زندگی اور عیش منغص اور مکدر ہوجاتے ہیں جیسا کہ ایسے لوگوں کے حالات سے ظاہر و باہر ہے۔

اگر دور باشی ز فسق و فجور	**نباشی ز گلزارِ فردوس دور**
اگر تو دور رہے گا بدکاری اور حرام کاری سے	تو نہ ہوگا گلزارِ فردوس سے دور

شرح فسق۔ بدکاری۔ فجور۔ زنا و حرام کاری اور گناہوں پر آمادہ ہونا۔ گلزار۔

پھولوں کی جگہ۔ باغ۔ فردوسؔ باغ بہشت۔ اور نام ہے بہشت کے اعلیٰ درجات کا۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ بدکاری اور حرام کاری سے دور رہنے میں یہ فائدہ ہوگا کہ تجھ کو بہشت کے اعلیٰ درجات میں جگہ ملے گی۔

دربیانِ شرابِ محبت و عشق

عشق و محبت کی شراب کے بیان میں

شرح محبت کے معنی ہیں طبیعت کا مائل ہونا ایسی چیز کی طرف جس سے لذت حاصل ہو، یہی میلان اگر قوی ہو جاتا ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔

اس سے پہلا بیان اس امر میں تھا کہ شیطان سے بچو اور دُور رہو، اور گناہوں اور اخلاقِ ذمیمہ سے اپنے آپ کو پاک و صاف کرو۔ اور حسب تجویز معالجانِ معنوی گناہوں اور اخلاقِ ذمیمہ کے دو علاج ہیں، ایک تو جزئی یعنی خاص وہ یہ ہے کہ ہر ہر خلق کا جداجدا علاج کیا جائے جیسا کہ احیاء العلوم وغیرہ میں لکھا ہے، اس کو طریق سلوک کہتے ہیں۔ دوسرا کلی یعنی عام، وہ یہ کہ ذکر و شغل سے یا جس طرح شیخ کامل تجویز کرے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت اور عشق کو قلب میں پیدا کیا جائے، جب اس کا غلبہ ہوگا تو اپنی ہستی اور انا و خودی مضمحل ہونا شروع ہوگی اور سب اخلاقِ ذمیمہ جو کہ اس خودی انا و دعویٰ ہستی سے پیدا ہوتے ہیں زائل ہو جائیں گے اور گناہوں وغیرہ کے سب خیالات کافور ہو جائیں گے، اس کو طریق جذب کہتے ہیں۔ طریق اول یعنی سلوک گو بے خطر ہے مگر طویل ہے، اور طریق ثانی یعنی جذب گو خطرناک ہے مگر مختصر ہے یعنی اس سے بہت جلد سب اخلاقِ ذمیمہ وغیرہ دور ہو جاتے ہیں اور یہ عیوب وغیرہ سب کا طبیب اور بیخ کن ہے (چنانچہ مولانائے رومؒ نے اس کی نسبت کہا ہے ؎

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما   اے طبیبِ جملہ علتہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموس ما اے تو افلاطون و جالینوس ما

اسی لیے شیخ علیہ الرحمۃ نے اس طریق جذب کے بیان کو شروع کیا اور ساقی سے اس کے حصول وغیرہ کی استدعا کی۔

بدہ ساقیا آبِ آتش لباس	**کہ مستی کند اہلِ دل التماس**
عطا کر اے ساقی پانی سرخ رنگ والا	تاکہ اہل دل مستی کی طلب کرے

شرح

بدہ۔ دے تو۔ عطا کر تو۔ صیغۂ واحد حاضر فعل امر ہے دادن مصدر سے۔ ساقی دراصل بمعنی پانی پلانے والا۔ لیکن استعمالاً اکثر بمعنی شراب پلانے والا۔ اور صوفیہ کی اصطلاح میں ساقی کہتے ہیں باطنی فیض پہنچانے والوں کو اور کبھی اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہوتا ہے چنانچہ بعض حضرات کا قول ہے کہ تجلیاتِ افعالی کے مراتب میں حق تعالیٰ خود ساقی ہو کر اپنے عاشقوں کو شرابِ طہور پلاتا ہے اور یہ لوگ اس شراب کو پی کر محو اور فانی ہو جاتے ہیں اور ہر قسم کی سختیوں اور کشاکش سے نجات پا جاتے ہیں قال اللہ تعالیٰ وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ اور کبھی اس سے مراد مرشدِ کامل ہوتا ہے، پھر اس صورت میں کبھی تو مراد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں چنانچہ مرآۃ المعانی میں ہے ؎

مرشد کامل در ینجا مصطفےٰ ست ہم نبی و ہم دلی را رہنما ست

اور کبھی اس سے مراد اپنا شیخ یعنی پیر ہوتا ہے کیونکہ وہ نائب رسول ہوتا ہے جیسا کہ منقول ہے الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ یعنی پیر اپنی قوم و مریدوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ اور کبھی اس سے مراد معشوقِ ظاہری و مجازی ہوتا ہے کیونکہ اہل دل حسن معنوی کی شراب اس کی ذات سے پیتے ہیں یعنی اس کو دیکھ کر ظاہر سے حقیقت کی طرف رجوع کر جاتے ہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے ؎

متاب از عشق رُو گرچہ مجازی ست   کہ آں بہرِ حقیقت کارسازیست

اور اس ظاہر و مجاز سے باطن و حقیقت کی طرف رجوع کرنے کا طریق مرشدانِ کامل سے معلوم ہوتا ہے،

ہم نے لفظ ساقی کی اس قدر تفصیل محض اس غرض سے کردی ہے کہ یہ لفظ فارسی کی منظوم کتابوں میں بکثرت واقع ہوا ہے، اور لوگ اس کے سمجھنے میں اکثر اُلجھتے ہیں، اب اس تفصیل کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ حسبِ موقع و محل اس کے معانی وغیرہ کے سمجھنے میں پریشان نہ ہوں گے۔

بہرحال اس شعر میں ساقی سے یا تو اللہ تعالیٰ مراد ہے یا اپنا شیخ و پیر۔

آبِ آتش لباس وہ پانی جس کی ظاہر صورت آگ کی سی ہو، مراد شراب سُرخ اور شراب سُرخ سے مراد نہایت تیز و زور و شور کی محبتِ الٰہی۔ مستی بمعنی فرو گرفتن عشق بر جمیع صفات یعنی گھیر لینا عشق کا مع تمام صفتوں کے، اس کے آخر میں یائے مصدری ہے، بمعنی مست شدن یعنی مست ہونا۔ اہلِ دل بزرگ لوگ جن کا دل یادِ خدا سے زندہ ہے اور طالبانِ صادق اور عاشقانِ واثق۔ التماس طلب و آرزو و جستجو۔

حاصل حاصلِ شعر یہ ہے کہ اے ساقی تو اپنی محبت و عشق کی بہت تیز شراب عطا کردے تاکہ اہلِ دل مستی کی طلب و آرزو کریں اور مست بن کر تیری طلب و جستجو میں لگ جائیں اور گناہوں اور دنیا و مافیہا کو بالکل بھول جائیں، جیسا کہ کہا گیا ہے

ما مقیمانِ کوئے دلداریم   رُخ بدنیا و دیں نمی آریم

مئے لعل در ساغرِ زرنگار	بود روح پرور چو لعلِ نگار
سرخ شراب زرنگار پیالے میں	ہوتی ہے روح کو پالنے والی مانند لب معشوق کے

شرح مے۔ شراب۔ لعل بمعنی سُرخ اور ایک سُرخ رنگ جوہر ہے کہ معشوق کے

لب کو اس کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ اس جگہ مے لعل سے مراد محبتِ الٰہی ہے۔ ساغر پیالہ۔ زر نگار جس پر سنہرا کام کیا ہو۔ ساغرِ زرنگار سے مراد طالبانِ صادق کا دل ہے۔ روح پرور روح کی پالنے والی۔ روح کو خوش کرنے والی۔ لفظ لعل سے مراد دوسرے مصرع میں لبِ معشوق ہے اور نگار بمعنی معشوق۔

حاصل حاصل شعر کا یہ ہے کہ جب طالبانِ صادق کے دل میں محبتِ الٰہی جاگزیں ہو جائے گی تو اس سے ان کی روح کی پرورش ہو گی اور اس کو خوشی حاصل ہو گی اور وہ ایسی حالت میں بہت کچھ کمالات حاصل کر سکے گی اور ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ رہے گی۔

بیار آں شرابے چو آبِ حیات	**کہ یابد ز بویش دل از غم نجات**
لا وہ شراب جو کہ آبِ حیات کے مانند ہے	کہ پائے دل اس کی خوشبو سے غم سے نجات
شرابے چو لعلِ روان بخش یار	**شرابے مُصفّا چو رُوئے نگار**
اور ایسی شراب جو دوست کے جان بخشنے والے لب کی مانند ہے	اور ایسی شراب کہ صاف ہے معشوق کے چہرے کے مانند

شرح بیار لا۔ آوردن سے امر کا صیغہ واحد حاضر۔ آبِ حیات زندگی کا پانی جس کی بابت مشہور ہے کہ اس کا پینے والا زندہ رہتا ہے اور مرتا نہیں۔ نجات رہائی۔ خلاصی۔ چھٹکارا۔ لعل سے مراد لبِ معشوق۔ رواں بخش۔ جان بخشنے والی۔ یار معشوق مُصفّا صاف کی ہوئی۔ روی۔ چہرہ۔ نگار۔ معشوق۔ ان دونوں شعروں کی نثر عبارت اس طرح ہے بیا آں شرابے کہ چوں آبِ حیات ست و نجات می یابد دل از بوی او از غم ۔ و شرابے کہ چوں لبِ جان بخش معشوق ست ۔ و شرابے کہ مُصفّا ہست ہمچو چہرۂ محبوب ۔

اور یہ دوسرا خطاب ہے ساقی کو۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ اے ساقی ایسی شراب محبتِ الٰہی کی عطا کر کہ اس سے حیاتِ جاوید حاصل ہو ÷ اور دل اس کی خوشبو سے غمِ دنیا سے رہائی پائے ÷ اور وہ شراب معشوق کے لب کی مانند زندہ کرنے والی، اور محبوب کے چہرے کی مانند صاف ستھری ہو۔

یہ اس صورت میں ہے کہ پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ کا کاف بمعنی واوِ عاطفہ لیا جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آں شرابے چو آبِ حیات معطوف علیہ ہو اور دوسرے شعر کے دونوں مصرعے بتقدیر واو عاطفہ کے معطوف ہوں اور معطوف علیہ و معطوف مفعول بہ ہوں لفظ بیار کے اور پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ کا کاف علت کا ہو یا واسطے غرض اور نتیجہ کے یعنی اے ساقی میں جو تجھ سے ایسی شراب متصف بصفاتِ مذکورہ طلب کر رہا ہوں۔ اس سے میری غرض یہ ہے کہ اس کی وجہ سے غمِ دنیا سے نجات حاصل ہو جائے۔

خوشا آتشِ شوقِ اربابِ عشق	**خوشا لذتِ دردِ اصحابِ عشق**
بہت اچھی ہے آگ عشق والوں کے شوق کی	بہت اچھی ہے لذت عاشقوں کے درد کی

شرح خوشا میں الف واسطے کثرت کے ہے بمعنی بسیار یعنی بہت خوش۔ اور اس کے بعد لفظ است محذوف ہے۔ شوق۔ تڑپ۔ ارباب جمع رب بمعنی صاحب و مالک اور اربابِ عشق بمعنی صاحبانِ عشق۔ لذت۔ مزہ۔ اصحاب جمع صاحب۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ عاشقانِ الٰہی کو عشقِ الٰہی میں تڑپنا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے اور عشق کے درد میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

خوش آں دل کہ دارد تمنائے دوست	**خوش آں کس کہ دربند سودائے اوست**
وہ دل اچھا ہے جو کہ دوست کی آرزو رکھتا ہے	وہ شخص اچھا ہے جو کہ اس کے خیال کی قید میں ہے

شرح تمنا۔ آرزو۔ تمنائے دوست بمعنی تمنائے وصالِ دوست۔ بند قید۔ سودا خیال ضمیر او راجع ہے طرف دوست کے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جس دل میں دوست کے وصال کی آرزو ہو یعنی جو دل اللہ تعالٰے کے وصال کا مشتاق ہو وہ دل اچھا ہے۔ اور جو شخص کہ اللہ تعالٰی کے خیال کی قید میں پھنسا ہو یعنی ماسوائے اللہ کو ترک کر کے اللہ تعالٰی کے ہی خیال اور دھن میں رہتا ہو وہ شخص اچھا ہے۔

خوش آں دل کہ شیدا بروئے دوست	**خوش آں دل کہ شد منزلش کوئے دوست**
اچھا ہے وہ دل کہ فریفتہ ہے دوست کے چہرے پر	اچھا ہے وہ دل کہ دوست کی گلی اس کا مقام ہوا

شرح شیدا فریفتہ۔ صوفیہ کی اصطلاح میں شیدا کہتے ہیں اہل جذبہ اور اہل شوق کو اور دوست کہتے ہیں تجلی صفات کو۔

حاصل حاصل یہ کہ وہ دل اچھا ہے جو کہ دوست (تجلیاتِ الٰہیہ) ہی کی طرف متوجہ رہتا ہے اور دوست ہی کی گلی کو اپنا جائے قیام بنا رکھا ہے۔

خوشا مے پرستی ز صاحبدلاں	**خوشا ذوقِ مستی ز دلدادگاں**
بہت اچھی ہے شراب نوشی صاحبدلوں سے	بہت اچھا ہے ذوق مستی کا عاشقان خدا سے

شرح مے پرستی شراب پینا۔ مراد اللہ تعالٰی کی محبت کی شراب پینا۔ دلدادگان فارسی جمع ہے دلدادہ کی اور دلدادہ بمعنی عاشق ہے یعنی وہ شخص جو اپنا دل دے چکا اور عاشق ہو گیا۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ صاحب دل اور کاملین جو محبتِ الٰہی کی شراب پیتے ہیں ان کی یہ شراب نوشی بہت اچھی ہے کیونکہ یہ لوگ اس کے آداب اور حقوق کی

پوری پوری رعایت کرتے ہیں اور حتی الامکان شرع کے پابند رہتے ہیں۔ اور جو لوگ دلدادگانِ حسن ازلی ہیں ان کی مستی کا ذوق بھی بہت اچھا ہے۔

در صفتِ وفا

وفا کی صفت میں

شرح وفا عہد و پیمان و قول و قرار کو پورا کرنا۔ بیانِ عشق و محبت کے بعد وفا کا بیان نہایت لطف رکھتا ہے کیونکہ عاشقِ باوفا تو عاشقِ صادق ہوتا ہے اور عاشقِ بے وفا عاشقِ کاذب بلکہ فاسق کہا جاتا ہے۔

دلا در وفا باش ثابت قدم	**کہ بے سکّہ رائج نباشد درم**
اے دل وفاداری میں ثابت قدم رہ	کیونکہ بغیر سکہ کے درم جاری نہیں ہوتا

شرح ثابت قدم بودن۔ قدم کو جمائے رکھنا۔ سکّہ اس نقش کو کہتے ہیں جو کہ حاکمِ وقت کے نام سے درم اور دینار اور روپیہ و اشرفی وغیرہ پر کیا جاتا ہے۔ درم ساڑھے تین ماشہ چاندی کا ہوتا ہے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جیسے بغیر سکہ کے درم وغیرہ کا رواج اور جاری ہونا معتبر نہیں اسی طرح بغیر وفاداری کے دوستی و محبت معتبر نہیں پس لازم اور مناسب ہے کہ وفا میں اپنے قدم کو جمائے رکھو اور بے وفائی کو اختیار نہ کرو۔

ز راہِ وفا گر نہ پیچی عناں	**شوی دوست اندر دلِ دشمناں**
اگر تو وفاداری کی راہ سے باگ نہ موڑے گا	تو دشمنوں کے دل میں (بھی) دوست ہو جائے گا

شرح عناں پیچیدن باگ موڑنا مراد کسی کام کو (مثلاً وفا وغیرہ کو) ترک کرنا اور روگردانی کرنا۔

حاصل حاصل یہ کہ وفاداری ایسی صفت ہے کہ اس کو دیکھ کر دشمن لوگ بھی دوست بن جاتے ہیں پس اس صفت سے منہ نہ پھیرنا چاہیئے۔

مگرداں زکوئے وفا روئے دل	**کہ در روئے جاناں نباشی خجل**
مت پھیر وفا کی گلی سے دل کے منہ کو	تاکہ تو دوست کے روبرو شرمندہ نہ ہوئے

شرح مگرداں صیغہ واحد حاضر فعل نہی ہے گردانیدن سے۔ کوئے گلی۔ جاناں جمع جان کی مجازاً بمعنی معشوق خجل شرمندہ۔ اس جگہ دل کو ایک شخص مقرر کرلیا ہے اور اس کے لیے رُو کو ثابت کیا ہے اور وفا کو کوچہ ٹھہرایا ہے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ دل کی توجہ سے وفاداری کر اور بے توجہی مت کرتا کہ دوست کی ملاقات اور ملنے کے وقت شرمندگی نہ ہو خواہ دوست حقیقی ہو یا دوست مجازی بے وفا دونوں کے نزدیک شرمندہ اور زرد رو ہوتا ہے۔

فائدہ بعض نسخوں میں بجائے در رُوی کے از رُوی ہے۔ حاصل ایک ہے۔

منہ پائے بیروں زکوئے وفا	**کہ از دوستاں می نیرزد جفا**
وفا کی گلی سے پاؤں کو باہر مت رکھ	کیونکہ دوستوں سے جفا لائق نہیں ہے

شرح منہ۔ مت رکھ۔ یہ نہادن سے نہی کا واحد حاضر ہے۔ پائے از چیزے بیروں نہادن عبارت ہوتی ہے اس کے ترک کرنے سے نیرزد۔ لائق نہیں ہے۔ ارزیدن سے صیغہ واحد غائب۔ جفا ظلم۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ وفاداری کو ترک کرنا جفا اور ظلم ہے (کیونکہ کار بے موقع و بے محل ہے) اور دوستوں سے جفا لائق اور مناسب نہیں ہے پس تو

ایسا ہرگز ہرگز مت کر۔

جدائی ز احباب کردن خطاست	**بریدن ز یاراں خلافِ وفاست**
جدائی کرنا دوستوں سے غلطی ہے	کاٹنا (دوستی کا) یاروں سے وفا کے خلاف ہے

شرح بریدن۔ کاٹنا، قطع کرنا، مراد دوستی کو ترک کرنا۔ دوستوں سے جُدا و علیحدہ ہو جانا۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ دوستوں سے جدائی اور مفارقت کرنا غلط اور خلافِ وفا ہے کیونکہ وفا تو مقتضی ہوتی ہے وصال اور پیوند کو نہ کہ مفارقت وجدائی ہو۔ اور غلطی اس لیے ہے کہ یہ معاملہ تو دشمنوں سے کیا جاتا ہے نہ کہ دوستوں سے۔

بود بے وفائی سرشتِ زناں	**میاموز کردارِ زشتِ زناں**
ہوتی ہے بے وفائی عادت عورتوں کی	مت سیکھ تو بُرا کام عورتوں کا

شرح سرشت۔ طبیعت۔ خصلت۔ علامت۔ میاموز صیغہ واحد حاضر فعل نہی ہے آموختن سے۔ کردار موصوف ہے زشت اس کی صفت۔ اور کردار بمعنی کام حاصلِ مصدر ہے کردن کا اور زشت بمعنی بد و بُرا۔ میاموز مت سیکھ۔

حاصل حاصل یہ کہ بے وفائی تو باعتبار (اکثر کے) عورتوں کی سرشت اور خصلت ہے (کیونکہ وہ ناقص العقل والدین ہیں) مردوں کو ایسا بُرا کام یعنی بے وفائی ہرگز نہ سیکھنا چاہیئے، ورنہ ان کا شمار بھی عورتوں کے زمرہ میں کیا جائے گا۔

در فضیلتِ شکر

شکر کی فضیلت میں

شرح فضیلت۔ بزرگی اور بڑائی۔ شکر کے معنی ہیں نعمت کو منعم[1] حقیقی کی طرف سے سمجھنا۔ اس طرح سمجھنے سے دو باتیں ضرور پیدا ہوں گی ایک تو منعم سے خوش ہونا۔ دوسرے اس کی خدمتگذاری اور اس کے حکموں کے ماننے میں اور نافرمانیوں سے باز رہنے میں مستعد سرگرم رہنا۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو سوچا کرتا ہے اور یاد کیا کرتا ہے اس کو بہت جلد شکر کی دولت نصیب ہو جاتی ہے۔ اور شکر کرنے سے نعمتوں میں ترقی اور افزونی ہوتی ہے قَالَ اللہ تعالیٰ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ؕ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے بندو اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں بے شک تمہاری نعمتوں کو بڑھا دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو تحقیق میرا عذاب البتہ بہت شدید اور سخت ہے۔

کسے را کہ باشد دلِ حق شناس	نشاید کہ بندد زبانِ سپاس
جس کسی کا دل کہ خدا کا پہچاننے والا ہو	اس کو نہ چاہیئے کہ بند کرے زبان شکر کی

شرح حق شناس خدا کا پہچاننے والا اسم فاعل ترکیبی ہے شناختن کا یعنی لفظ حق اسم ہے اور شناس صیغہ واحد حاضر فعلِ امر ہے۔ نشاید۔ لائق نہیں ہے شائستن سے مضارع منفی کا واحد غائب ہے۔ بندد۔ بند کرے۔ باندھے۔ صیغہ واحد غائب فعل مضارع ہے بستن سے۔ سپاس شکر۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ جو شخص حق پہچاننے والا دل رکھتا ہو اس کو مناسب اور لائق ہے کہ خدا کا شکر ہر وقت ادا کرتا رہے اور کسی وقت اپنی زبان کو نہ روکے۔ یہ مبالغہ ہے اور مراد اس سے کثرتِ شکر ہے۔

اصل عبارت اس شعر کی اس طرح ہے ؎

کسیکہ دلِ او حق شناس باشد نشاید او را ایں امر کہ زبانِ سپاس بندد

[1] منعم نعمت دینے والا اور منعم حقیقی سے مراد اللہ تعالیٰ ۱۲

نفَس جُز بہ شکرِ خدا بر میار	کہ واجب بود شکرِ پروردگار
سانس کو سوائے شکرِ خدا کے مت نکال	کیونکہ واجب ہے شکر پالنے والے کا

شرح نفَس، سانس۔ بر میار، مت نکال، برآوردن سے نہی کا صیغہ واحد حاضر واجب ضروری۔ لازم۔ پروردگار پالنے والا، مراد اللہ تعالیٰ۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ تیرا جو نفَس و سانس نکلے وہ اس طرح نکلے کہ اس کے ساتھ ساتھ خدا کا شکر ہو یعنی حتی الوسع شکر بکثرت ادا کرنا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ کا شکر واجب اور ضروری ہے جیسا کہ حکم خداوندی اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُکْرًا (عمل کرو اے آلِ داؤد! شکر کے واسطے) سے ظاہر ہے۔

ترا مال و نعمت فزاید ز شکر	ترا فتح از در در آید ز شکر
تیرا مال اور نعمت زیادہ ہو گا شکر سے	اور تجھ کو فتح (وظفر) حاصل ہو گی شکر سے

شرح مال نقد۔ نعمت سے مراد اسباب وغیرہ۔ فزاید صیغہ واحد غائب فعل مضارع ہے فزودن سے۔ بڑھنا فتح کشادگی کامیابی، اور ظفر یابی دشمنوں پر۔ از در در آید یعنی حاصل شود دروبروی تو آید۔ حاصل ہو۔ زشکر میں دونوں جگہ زا سببیہ ہے۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ شکر مال و نعمت کی زیادتی کا سبب ہے اور نیز دشمنانِ ظاہری باطنی پر کامیابی کا باعث ہے، پس اس کو ترک مت کر۔

اصل عبارت اس طرح ہے "مال و نعمتِ تو از شکر بیفزاید و در آید فتح از در تو از شکر" اس سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ پہلے مصرعہ میں لفظ ترا میں را علامتِ اضافت ہے اور تو مضاف الیہ ہے اور مال و نعمت مضاف ہے، اور دوسرے مصرعہ میں بھی اسی طرح ہے کہ لفظ در بمعنی باب و دروازہ مضاف ہے اور تو مضاف الیہ اور را علامتِ اضافت ہے۔

اگر شکرِ حق تا بروزِ شمار	گزاری نباشد یکے از ہزار
اگر شکر خدا کا قیامت کے دن تک	تو ادا کرے نہ ہوئے گا ایک حصّہ ہزار میں سے
ولے گفتنِ شکر اولیٰ ترست	کہ اسلام را شکر زیور ست
ولیکن شکر کا ادا کرنا بہتر ہے	کیونکہ اسلام کے لیے اس کا شکر زینت ہے

شرح روزِ شمار۔ قیامت کا دن۔ اس لیے کہ اس دن لوگوں کی نیکی بدی کا حساب اور شمار ہوگا۔ گزاری ادا کرے تو صیغۂ واحد حاضر فعل مضارع ہے گزاردن سے، یکے از ہزار بمعنی یکم از ہزار، مرکب اضافی ہونے واسطے استدراک کے یعنی ایک سے جو وہم پیدا ہوا ہے اس کے دفع کرنے کے واسطے لفظ ولے لایا گیا ہے جیسے عربی میں لکن آتا ہے۔ اولیٰ تر میں ایک قسم کی تفریس ہے یعنی لفظ اولیٰ سے خود تفضیل اور زیادتی کے معنی مفہوم ہوتے تھے اور لفظ تر زیادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر یہ فارس والوں کا ایک قسم کا تصرف ہے۔ زیور بمعنی زیب و زینت۔

حاصل یہ دونوں شعر دراصل جواب ہیں سوال مقدر کے یعنی جب مصنف علیہ الرحمۃ نے شکر کے ادا کرنے کو مختلف عنوانوں سے بیان کیا اور لوگوں کو اس کی جانب رغبت دلائی تو اس کو سن کر کوئی شخص کہہ سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو بے شمار ہیں ان کا شکر کوئی کیسے ادا کر سکتا ہے چنانچہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (یعنی اگر شمار کرو تم اللہ تعالیٰ کی نعمت کو تو اس کو گن نہ سکو گے) اور اگر کوئی شخص ادا کرنے کا قصد بھی کرے تو قیامت تک بھی ادا نہ کر سکے گا، اس کے علاوہ ایک بات یہ بھی ہے سہ

من شکر چوں کنم کہ ہمہ نعمت توام — نعمت چگونہ شکر کند از زبانِ خویش

پس ایسی صورت میں شکر نہ کرنا ہی مناسب ہے تاکہ تکلیف مالا یطاق نہ ہو۔ پس

مصنف نے اسی سوال کے جواب میں یہ مضمون بیان کیا کہ اگر کوئی اس طرح کہے تو حق بات تو یہی ہے کہ خدا کا شکر قیامت تک ہزار حصوں میں سے ایک حصہ بھی ادا نہیں ہو سکتا لیکن پھر بھی شکر کرنا ہی بہتر و مناسب ہے کیونکہ خدا کا شکر اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے زینت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے تھوڑے پر بھی پورے کا اجر و ثواب عطا فرما دیا کرتے ہیں۔

گر از شکر ایزد نہ بندی زباں	**بدست آوری دولت جاوداں**
اگر تو خدا کے شکر سے زبان کو بند نہ کرے گا	تو ہمیشہ کی دولت کو ہاتھ میں لائے گا

شرح ایزد۔ اللہ تعالیٰ۔ بدست آوری حاصل نمائی۔ تو حاصل کرے۔ جاوداں۔ ہمیشہ۔

حاصل حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنے سے ہمیشہ کی دولت اور طرح طرح کی صلاح و فلاح حاصل ہوتی ہے۔

در بیانِ صبر

صبر کے بیان میں

شرح انسان کے اندر دو قوتیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک قوت تو اس کو نیکی و دین پر ابھارتی ہے اور دوسری قوت اس کو خواہش نفسانی پر مستعد و آمادہ کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ سو پہلی قوت کو دوسری قوت پر غالب رکھنے کا نام صبر ہے۔ اور صبر کی جتنی قسمیں ہیں سب اس مفہوم میں داخل ہیں، خواہ صبر طاعت و عباداتِ الٰہی میں ہو۔ یا منہیاتِ شرعیہ اور گناہوں سے باز رہنے میں ہو، یا مصیبت میں مبتلا ہونے کے وقت صبر ہو کہ جزع و فزع نہ کرے۔

ترا گر صبوری بود دستیار	**بدست آوری دولتِ پائدار**
اگر صبر تیرا ہووے گا مددگار	تو تو حاصل کرے گا دولتِ پائدار

شرح صبوری بیائے مصدری بمعنی صبر کرنا۔ دستیار۔ مددگار۔ بدست آوری بمعنی حاصل کرنا۔ اور دولتِ پائدار سے مراد ہے دین پر مستقیم و ثابت قدم رہنا۔

حاصل مطلب یہ کہ صبر کرنے سے تجھ کو دین پر ثابت قدم رہنے کی پائدار دولت حاصل ہوگی اور اس سے تیرے سب کام باسامان ہوجائیں گے۔

صبوری بود کارِ پیغمبراں	**نہ پیچند زیں روئے دیں پروراں**
صبر کرنا پیغمبروں کا کام ہے	دیندار لوگ اس سے منہ نہیں پھیرتے

شرح روئے پیچیدن منہ پھیرنا۔ اعراض اور رُوگردانی کرنا۔ روئے نہ پیچند اسی کا جمع غائب نفی فعل مضارع ہے اس کا ترجمہ ہے منہ نہیں پھیرتے۔ روگردانی نہیں کرتے۔ زیں میں اسم اشارہ قریب ہے اور اس سے اشارہ ہے صبر کی طرف اور زیں مخفف ہے از یں کا دیں پروراں جمع ہے دین پرور کی بمعنی دیندار، مراد علماء و صلحاء و فقراء وغیرہ۔

حاصل حاصل یہ کہ پیغمبروں پر بڑی بڑی بلائیں اور مصیبتیں آئیں (جیسا کہ کتابوں میں مذکور ہے) اور انہوں نے صبر اختیار کیا۔ پس یہ کام پیغمبروں کا ٹھہرا۔ اور پیغمبروں کے بعد اور دینداروں علماء فقراء صلحاء شہداء نے بھی صبر سے منہ نہیں موڑا۔ اس لیے ہر مسلمان کو صبر سے کام لینا چاہیئے اور اس کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے کہ رضائے حق حاصل ہو اور ہر دو جہاں میں سرخروئی کا باعث ہو۔

صبوری کشاید در کامِ جاں	**کہ جز صابری نیست مفتاحِ آں**
صبر جان کے مقصد کے دروازے کو کھولتا ہے	کیونکہ صبر کے سوا اس کی کوئی اور کنجی نہیں ہے

شرح کشاید کھولتا ہے، کشادن سے صیغہ مضارع واحد غائب۔ کام، مقصد۔ صابری صبر کرنا۔ مفتاح کنجی۔

حاصل حاصل یہ ہے کہ اگر تمہارے جان اور دل کا کوئی مقصد اور مطلب ہو اور اس کو تم حاصل کرنا چاہتے ہو تو صبر اختیار کرو کیونکہ بغیر صبر کے وہ ہرگز حاصل نہ ہوگا اس لیے کہ تمہارے جان و دل کا وہ مقصد اور کام مثل ایسے دروازہ کے ہے جو قفل سے بند ہے اور اس کے لیے مفتاح یعنی کنجی کی ضرورت ہے اور اس کی کنجی صبر ہی ہے، جیسا کہ وارد ہے۔ الصبر مفتاح الفرج (صبر بلا سے نجات کی کنجی ہے)۔

صبوری بر آرد مرادِ دلت	**کہ از عالماں حل شود مشکلت**
صبر تیرے دل کی مراد بر لائے گا	اور عالموں سے تیری مشکل حل ہو گی

شرح بر آرد، باہر لائے یعنی پوری کرے۔ عالماں، جاننے والے علماء۔ مشکلت، تیری مشکل۔

حاصل صبر سے تیرے دل کی مراد پوری ہو گی۔ اگر تجھ کو اس کا یقین نہ آئے تو عالموں سے دریافت کرلے وہ تیری اس مشکل کو حل کر دیں گے اور قرآن مجید کی آیتیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں سنا کر تیری تسلی کر دیں گے۔

صبوری کلیدِ درِ آرزوست	**کشائندۂ کشورِ آرزوست**
صبر آرزو کے دروازے کی کنجی ہے۔	اور آرزو کے ملک کی کھولنے والی ہے۔

شرح کلید: کنجی۔ در: دروازہ۔ آرزو: تمنا، امید۔ کشائندہ: کھولنے والا۔ کشور: ملک۔

حاصل حاصل یہ کہ صبر آرزو اور امید کے دروازے کی کنجی ہے یعنی صبر سے آرزو و امید کا حصول ہوتا ہے بلکہ اس سے آرزو کی ایک دنیا کھل جاتی ہے، امیدوں کا ملک فتح ہوجاتا ہے۔

صبوری بہر حال اولیٰ بود	**کہ در ضمن آں چند معنیٰ بود**
صبر کرنا ہر حال میں بہتر ہے	کیونکہ اس کے ضمن میں چند معنی و مقاصد (پوشیدہ) ہیں

حاصل حاصل یہ کہ صبر کرنا ہر حالت میں مناسب اور بہتر ہے کیونکہ صبر کے ضمن میں صابر کے لیے چند مفید باتیں پوشیدہ ہوتی ہیں مثلاً ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے امر کو بجالانے سے ثواب ملتا ہے دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ پیغمبروں اور صلحاء کے طریقہ پر عمل کرنا ہے چوتھے یہ کہ صبر کا نتیجہ بہت عمدہ مرغوب ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے ؎

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں جن کو صابرین کاملین ہی خوب سمجھ سکتے ہیں۔

صبوری ترا کامگاری دہد	**ز رنج و بلا رستگاری دہد**
صبر تجھ کو کامیابی دے گا	رنج اور بلا سے نجات دے گا

شرح کامگاری: کامیابی۔ رستگاری: نجات۔

حاصل حاصل یہ کہ مطلب [illegible] کامیابی اور رنج و بلا سے رستگاری اور نجات بھی صبر

سے حاصل ہو گی پس اس کو ضرور اختیار کر۔

صبوری کنی گر ترا دیں بود	**کہ تعجیل کارِ شیاطین بود**
صبر کرے تو اگر تجھ کو دین (حاصل) ہو	کیونکہ جلد بازی شیطانوں کا کام ہے

حاصل حاصل یہ کہ اگر تو دیندار کامل ہے تو صبر اختیار کر (اور قبل از وقت کسی کام میں جلد بازی مت کر کیونکہ یہ تعجیل ہے جو خلافِ صبر ہے) اور تعجیل شیطانی فعل ہے جیسا کہ وارد ہے اَلتَّعْجِیْلُ مِنَ الشَّیْطَانِ وَالتَّأَنِّیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ (یعنی قبل از وقت کسی کام میں جلدی کرنا شیطان کی جانب سے ہے اور وقت آجانے پر وقار اور ثباتِ قدم کے ساتھ کام کرنا رحمٰن کی طرف سے ہے) اور یہی اخیر یعنی صبر کرنا دینداری کا کام ہے اور اول یعنی تعجیل صبر اور دینداری کے خلاف ہے۔

در صفتِ راستی

راستی و سچائی کی تعریف میں

دلا راستی گر کنی اختیار	**شود دولتت ہمدم و بختیار**
اے دل اگر تو سچائی کو اختیار کرے گا	تو ہوگی دولت مصاحب تیری اور نصیبہ مددگار ہوگا

شرح ہمدم۔ ساتھی و مصاحب۔ بخت۔ نصیبہ۔ یار۔ مددگار۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ راستی کی وجہ سے انسان کو دولت و نصیبہ وری حاصل ہوتی ہے اس لیے اس کو اختیار کرنا چاہیے اور اس کے خلاف نہ کرنا چاہیے۔

نہ پیچد سر از راستی ہوشمند عقلمند سچائی سے سر کو نہیں پھیرتا ہے	کہ از راستی نام گردد بلند کیونکہ سچائی سے نام بلند (مشہور) ہوتا ہے

حاصل مطلب یہ ہے کہ عقلمند آدمی سچائی سے سر نہیں پھیرتا ہے یعنی سچائی کو ترک نہیں کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سچائی سے اس کا نام بلند ہوتا ہے یعنی اس صفت کی وجہ سے اس کو ناموری اور شہرت حاصل ہوتی ہے۔

گر از راستی دم زنی صبح وار اگر تو سچائی سے دم مارے گا صبح (صادق) کے مانند	ز تاریکی جہل گیری کنار تو جہل کی تاریکی سے پکڑے گا (کرے گا) کنارہ

شرح دم، سانس۔ دم زدن سے مراد بولنا۔ صبح وار، صبح کی طرح۔ کنار، کنارہ۔ گیری کنا کنارہ پکڑے گا، یعنی الگ ہوگا، نکل جائے گا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر تو سچ بولنا اختیار کرے گا تو جہل ونادانی کی تاریکی تجھ سے دور ہوجائے گی۔ جیسے صبح صادق کا حال ہوتا ہے کہ بعد اس کے ظہور کے صبح کاذب کی تاریکی جاتی رہتی ہے۔ یعنی میرے خیال کے بموجب راستی وسچائی میں یہ برکت صفت ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے جہالت ونادانی جاتی رہتی ہے اس کا مطلب اسی طرح مشہور ہے۔ وفیہ ما فیہ فافہم وتامل۔

مزن دم بجز راستی زینہار ہرگز دم مت مار سچائی کے سوا	کہ دارد فضیلت یمین بر یسار کیونکہ رکھتا ہے بزرگی داہنا بائیں پر

شرح دم مزن، یعنی مت بول۔ زینہار یعنی ہرگز۔ فضیلت بزرگی۔ یمین داہنا۔ یسار بایاں۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جو بات بول سچ ہی بول اور راستی اختیار کر کیونکہ اسی راستی کی بدولت داہنے کو بائیں پر فضیلت ہے کہ یمین عربی لفظ ہے اور راست اس کی فارسی ہے۔ اسی طرح یسار عربی ہے اور چپ اس کی فارسی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ راست کو چپ پر فضیلت حاصل ہے، مگر یہ شاعرانہ مضمون ہے، فافہم وتامل۔

به از راستی در جهان کار نیست	که در گلبنِ راستی خار نیست
سچائی سے بہتر جہاں میں (کوئی) کام نہیں ہے	کیونکہ سچائی کے درخت میں کانٹا نہیں ہے

شرح بہ۔ بہتر۔ گلبن۔ گلاب کا درخت۔ ہر ایک پھول کا درخت۔ خار۔ کانٹا۔ یعنی خرابی۔

حاصل مطلب یہ کہ جہاں میں راستی بہت عمدہ چیز سمجھی جاتی ہے اور اس میں کسی قسم کا کانٹا یعنی خرابی اور تکلیف و آفت نہیں ہے جیسا کہ ناراستی میں ہے، پس راستی کو اختیار اور ناراستی و کذب کو ترک کرنا چاہیئے (کہ اسی میں سلامتی ہے)۔

در مذمتِ کذب

جھوٹ کی مذمت میں

شرح جو بات واقع کے مطابق ہو اس کو صدق و سچ کہا جاتا ہے اور جو بات خلافِ واقع ہو اس کو کذب و جھوٹ کہتے ہیں، اب اسی کی مذمت و برائی کو بیان کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں۔

کسے را که ناراستی گشت کار	کجا روزِ محشر شود رستگار
جس شخص کا کام جھوٹ بولنا ہے	وہ کب قیامت کے دن رہائی پائے گا

شرح ناراستی جھوٹ بولنا۔ کجا بمعنی کب اور کہاں۔ روزِ محشر قیامت کا دن۔ رستگار رہائی پانے والا۔ کجا شود رستگار بمعنی رہائی و نجات نیابد۔ یعنی وہ نجات نہیں پائے گا، کیونکہ یہاں استفہام انکاری ہے۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی عادت جھوٹ بولنے کی پڑ گئی وہ قیامت کے روز نجات و رہائی نہ پائے گا اور اس کو جھوٹ بولنے کی سزا دی جائے گی۔

کما قال اللہ تعالیٰ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْا یَکْذِبُوْنَ۔

فائدہ شعر کی نثر عبارت یہ ہے۔ کسیکہ ناراستی کار او گشت روزِ محشر کجا رستگار شود۔

کسے را کہ گردد زبانِ دروغ	**چراغِ دلش را نباشد فروغ**
جس شخص کی زبان جھوٹ بولنے کی عادی ہو	اس کے دل کے چراغ کو روشنی حاصل نہیں ہوتی

شرح گردد بمعنی باشد، زبانِ دروغ بمعنی یعنی زبانش عادی دروغگوئی۔ اس کی زبان جھوٹ بولنے کی عادی ہو چکی ہو۔ پس مصرعہ اول کی نثر عبارت یہ ہوگی کسیکہ زبانش عادی دروغگوئی باشد۔ فروغ بمعنی روشنی۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ جس شخص کی عادت جھوٹ بولنے کی پڑ جاتی ہے اس کا دل ہمیشہ مردہ رہتا ہے اور اس کا نور جاتا رہتا ہے، جس سے وہ حلال حرام اور جائز و ناجائز میں تمیز کر سکے۔

دروغ آدمی را کند شرمسار	**دروغ آدمی را کند بے وقار**
جھوٹ آدمی کو شرمندہ کرتا ہے	جھوٹ آدمی کو بے عزت کرتا ہے

شرح آدمی بمعنی اولادِ آدم علیہ السلام۔ شرمسار بمعنی شرمندہ، بے حرف نفی کا۔

وقار سے مراد عزت و آبرو۔ بے وقار یعنی بے عزت۔

حاصل مطلب یہ کہ جھوٹ سے آدمی کو شرمندگی اور بے عزتی لاحق ہوتی ہے کیونکہ کبھی نہ کبھی اس کا جھوٹ کھل جاتا ہے۔

زکذّاب گیرد خردمند عار	**کہ او را نیارد کسے در شمار**
جھوٹ بولنے والے سے عقلمند عار حاصل کرتا ہے	کیونکہ اس کو کوئی شخص شمار میں نہیں لاتا

شرح کذّاب بہت جھوٹ بولنے والا۔ بڑا جھوٹا۔ جھوٹا۔ گیرد بمعنی حاصل کند۔ خردمند۔ عقلمند۔ عار۔ شرم۔ او را یعنی کذّاب را۔ کسے در شمار نیارد بمعنی بے حقیقت کم قدر و یا ہیچ و پوچ پندارد۔ اس کو شمار میں نہیں لاتے، بے قدر جانتے ہیں۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی عقلمند بھی ہو اور جھوٹ بولنے والے سے دوستی کرے تو باوجود عقلمند ہونے کے اس کو جھوٹ بولنے والے کی دوستی کے سبب سے عار و شرم حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ جھوٹ بولنے والے کو بے حقیقت اور کم قدر جانتے ہیں اور اسی طرح اس کے دوستوں اور ہم صحبتوں کو ہیچ و پوچ سمجھتے ہیں اگرچہ وہ عقلمند ہوں مگر ان کی عقلمندی کا خیال نہیں کرتے۔

یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ عقلمند آدمی جھوٹ بولنے والے کی صحبت اور دوستی سے شرم کرتا ہے یعنی اس کی صحبت و دوستی کو باعثِ عار و شرم سمجھ کر اس سے اجتناب کرتا ہے کیونکہ وہ خیال کرتا ہے کہ جیسے اس جھوٹے کو لوگ بے حقیقت سمجھتے ہیں اسی طرح اس کی صحبت دوستی کی وجہ سے مجھے بھی سمجھیں گے۔ اور مقصود یہ ہے کہ جھوٹ بولنے والے سے راہ و رسم و دوستی مت پیدا کرو ورنہ لوگوں کی نظروں سے گر جاؤ گے۔

دروغ اے برادر مگو زینہار	کہ کاذب بود خوار و بے اعتبار
اے بھائی جھوٹ ہرگز مت بول	کیونکہ جھوٹا آدمی ذلیل اور بے اعتبار ہوتا ہے

شرح خوار۔ ذلیل۔ بے اعتبار وہ جس کا اعتبار نہ کیا جائے مطلب یہ کہ جھوٹ بولنے والے کے کلام کو کوئی قابلِ اعتبار نہیں سمجھتا اس لیے جھوٹ بولنا نہ چاہیئے اور ہمیشہ اس سے بچنا چاہیئے۔

زناراستی نیست کارے بتر	کزو گم شود نام نیک اے پسر
جھوٹ بولنے سے نہیں ہے کوئی کام بدتر	کیونکہ اس سے گم ہوتا ہے نیک نام اے لڑکے!

شرح کارے کے آخر میں یائے تنکیر ہے یعنی کوئی کام۔ بتر مخفف ہے بدتر کا اور بدتر بمعنی بہت برا۔ گم شود۔ یعنی زائل شود نام نیک اچھا نام۔ اے پسر سے مراد خطابِ عام ہے شفقت کی وجہ سے جیسا کہ ناصحین کی عادت ہے کہ شفقت کی وجہ سے لوگوں کو برادر اور پسر وغیرہ سے خطاب کر کے نصیحت کیا کرتے ہیں۔

حاصل مطلب یہ کہ جھوٹ اور ناراستی کی مذمت کہاں تک کی جائے اس کی نسبت بالآخر یہ سمجھ لو کہ اس سے برا کوئی کام نہیں ہے اور اس سے نیک نامی جو کسی کو پہلے سے حاصل ہوتی ہے زائل ہو جاتی ہے۔

در صنعتِ حق تعالےٰ

اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے بیان میں

شرح جب شیخ علیہ الرحمۃ لوگوں کو اچھی اور بری خصلتوں سے آگاہ کر چکے تو اب اللہ تعالےٰ کی صنعت میں غور و تامل کرنے کو فرماتے ہیں تاکہ لوگ ان صنائع سے عبرت

حاصل کریں اور اس کے صانع حقیقی اور خالق ہر شے ہونے کے قائل ہو کر طاعت و عبادت میں لگے رہیں اور دہریت بد عقیدگی کو دل میں جگہ نہ دیں فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔ وَانْظُرُوْا اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَۃِ اللّٰہِ۔

نگہ کن بریں گنبدِ زرنگار	**کہ سقفش بود بے ستون استوار**
نگاہ کر اس زرنگار (جڑاؤ) گنبد پر	کہ اس کی چھت بغیر کھمبے کے مضبوط ہے

شرح گنبدِ زرنگار سے مراد آسمان ہے اور زرنگار وہ چیز جس میں سنہرے نقش بنے ہوں۔ جڑاؤ مراد روشن ستاروں سے مزین۔ سقف۔ چھت۔ ستون پایہ۔ کھمبا۔ استوار مضبوط و محکم۔

حاصل مطلب یہ کہ منجملہ صنائع الٰہی کے ایک یہ ہے کہ اس نے آسمان زرنگار کو بغیر ستون کے اپنی حکمتِ کاملہ سے ایسا مضبوط پیدا کیا ہے کہ اس کو کوئی گرا نہیں سکتا اور نہ کوئی اس قسم کی شے کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور جس کسی نے کسی صنعت وغیرہ کو ایجاد کیا ہے وہ سب اسی خالقِ عالم کا فیض و عطیہ ہے اور یہ بندہ ہر کام میں اس کا محتاج ہے۔

سراپردۂ چرخ گردندہ بیں	**درو شمعہائے فروزندہ بیں**
خیمہ گردش کرنے والے آسمان کا دیکھ	اس کے اندر روشن شمعوں کو دیکھ

شرح سراپردہ بمعنی خیمہ اور وہ پردہ جو دیوار کے طور پر خیمہ کے آگے کھینچتے ہیں۔ چرخ بمعنی آسمان۔ گردندہ گھومنے والا۔ گردش کرنے والا۔ یہ اختلافی بات ہے کہ آسمان گھومتا ہے اور زمین ساکن ہے یا زمین گھومتی ہے اور آسمان ساکن ہے شیخ کا مقصد صورتِ اول ہے یعنی گردشِ آسمان و سکونِ زمین اور دوسرے مصرع میں شمعہائے

فروزندہ (روشن شمعوں) سے مراد سورج اور چاند اور ستارے ہیں۔

حاصل مطلب شعر کا یہ ہے کہ علاوہ آسمان کے بے ستون اور قائم و مضبوط ہونے کے یہ دو باتیں بھی قابل دید ہیں کہ وہ گردش کرتا رہتا ہے جس سے صدہا باتیں اور سینکڑوں فائدے حاصل ہوتے ہیں اور اس کے اندر بے شمار شمعیں بھی روشن ہیں اور ان سے بھی بے انتہا فائدے اور طرح طرح کی کام کی باتیں متعلق ہیں۔ اور یہ سب باتیں تیرے ہی آرام و آسائش کے لیے ہیں۔ پس تو غافل بن کر اپنی عمر کو بسر نہ کر اور عبادت پر مستعد رہ۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند ۔۔۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

ہمہ از بہر تو سر گشتہ و فرماں بردار ۔۔۔ شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

یکے پاسبان یکے بادشاہ	یکے دادخواہ و یکے باج خواہ
کوئی چوکیدار ہے اور کوئی بادشاہ	کوئی فریادی ہے اور کوئی محصول کا لینے والا

شرح یکے بمعنی ایک شخص۔ کوئی شخص۔ پاسبان چوکیدار و نگہبان۔ دادخواہ بمعنی فریادی اور انصاف کا چاہنے والا۔ باج خواہ، محصول چاہنے والا۔ محصول طلب کرنے والا۔

حاصل مطلب یہ کہ جب تم آسمان کی مضبوطی اور اس کی گردش اور اس کے اندر کی روشن شمعوں۔ سورج۔ چاند۔ ستاروں میں غور و تامل کر کے نفع حاصل کرنے کے قابل ہو چکے تو اب ان باتوں اور کرشموں میں بھی غور و فکر کرو کہ اس آسمان کے نیچے رات دن کیا کیا ہو رہا ہے۔ حالانکہ سب لوگ آدم ہی کی اولاد میں سے ہیں اور آدمی کہے جاتے ہیں لیکن ہر ایک کی صورت، سیرت، حالات و کیفیت وغیرہ میں کیسے کیسے اختلافات و تغیرات پائے جا رہے ہیں اور یہ سب بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ یہ عالم بجمیع الاجزاء حادث ہے

یعنی پہلے موجود نہ تھا اللہ تعالیٰ کے موجود کرنے سے موجود ہوا ہے۔ منجملہ ان اُمورِ مذکورہ کے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو چوکیدار اور کسی کو بادشاہ بنا دیا ہے اور کسی کو فریادی، کسی کو طالبِ محصول۔

فائدہ بعض نسخوں میں پہلے مصرع میں بجانے بادشاہ کے تاج خواہ ہے اور مراد اس سے بادشاہ اور یہ بھی درست ہے بلکہ مناسب اور عمدہ ہے کیونکہ دوسرے مصرع میں داد خواہ کے بعد باج خواہ ہے۔

یکے شادمان و یکے دردمند	**یکے کامران و یکے مستمند**
کوئی خوش ہے اور کوئی دردمند	کوئی کامیاب ہے اور کوئی غمگین ہے

شرح شادمان۔ خوش۔ دردمند غمگین وصاحبِ درد۔ کامران مقصد ور وکامیاب۔ مستمند۔ حاجتمند۔ غمگین۔

حاصل مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو خوش اور کسی کو دردمند اور کسی کو کامیاب اور کسی کو ناکام وحاجتمند بنا رکھا ہے اس لیے شادمانی وکامرانی پر شکر مناسب ہے اور دردمندی ومستمندی پر جزع فزع اور شکایت وگلہ نامناسب ہے کیونکہ

ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

یکے تاجدار و یکے باجدار	**یکے سرفراز و یکے خاکسار**
کوئی تاج رکھنے والا ہے اور کوئی محصول ادا کرنے والا	کوئی سربلند ہے اور کوئی پست مرتبہ

شرح تاجدار، تاج والا یعنی بادشاہ، خاکسار مرکب ہے خاک اور سار سے، سار بمعنی مانند۔

حاصل مطلب یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہ بنایا ہے اور کسی کو رعیت اور

کسی کو ذی رتبہ پیدا کیا ہے اور کسی کو پست مرتبہ۔

یکے بر حصیر و یکے بر سریر کوئی چٹائی پر ہے اور کوئی تخت پر	**یکے در پلاس و یکے در حریر** کوئی موٹے کپڑے میں ہے اور کوئی حریر (ریشم) میں

شرح حصیر۔ بوریا و چٹائی۔ سریر۔ تخت۔ پلاس موٹا کپڑا جیسے ٹاٹ، گاڑھا، گزی وغیرہ۔ حریر سے مراد ریشمی کپڑا۔ مطلب ظاہر ہے۔

یکے بے نوا و یکے مالدار کوئی بے سامان ہے اور کوئی مالدار	**یکے نامراد و یکے کامگار** کوئی نامراد ہے اور کوئی بامراد

شرح بے نوا۔ بے سامان۔ مالدار۔ دولتمند۔ مطلب ظاہر ہے۔

یکے در غنا و یکے در عنا کوئی خوشحالی میں ہے اور کوئی مشقت میں	**یکے را بقا و یکے را فنا** کسی کو زندگی ہے اور کسی کو موت ہے

شرح غنا مالداری تونگری خوشحالی، عنا رنج و مشقت، بقا سے مراد زندگی۔ فنا نیست ہونا۔ مراد موت۔

حاصل حاصل مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو تونگر و مالدار بنا دیا ہے اور کسی کو رنج و مشقت میں رکھا ہے کیونکہ ؎

او مصلحت تو از تو بہتر داند

اور کسی کو زندہ رکھتا ہے اور کسی کو موت دے دیتا ہے اس لیے کہ وہی زندہ رکھنے والا اور موت دینے والا ہے۔

فائدہ پہلے مصرعہ کی نثر یہ ہے یکے در غنا مو بود ست و یکے در غنا بسر می برد۔ دوسرے مصرعہ کی اس طرح یکے را لقا حاصل ست و یکے را فنا د موت حاصل ست۔

یکے تندرست و یکے ناتواں	**یکے سال خورد و یکے نوجواں**
کوئی تندرست ہے اور کوئی کمزور	کوئی بوڑھا ہے اور کوئی نوجوان

شرح تندرست صحیح و سالم۔ ناتواں کمزور مراد بیمار و علیل۔ سال خورد، بوڑھا۔ نوجواں، نیا جوان۔ پتھا مطلب ظاہر ہے۔ اور تندرست و ناتواں اور اسی طرح سال خورد نوجوان میں صنعتِ تضاد ہے کیونکہ ایک حالت دوسری حالت کی ضد ہے۔

یکے در صواب و یکے در خطا	**یکے در دعا و یکے در دغا**
کوئی صواب (درستی) میں ہے اور کوئی خطا میں	کوئی دعا میں (مصروف) ہے اور کوئی دغا میں

حاصل مطلب یہ کہ کوئی حق بات کو سمجھ گیا ہے اور اس پر عامل ہے اور کوئی حق بات سے چوک کر ناحق میں پھنسا ہوا ہے اور کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرتا ہے اور لوگوں کو فریب و دھوکا نہیں دیتا، اور کوئی دغا و فریب میں مشغول رہتا ہے۔

یکے نیک کردار و نیک اعتقاد	**یکے غرق در بحرِ فسق و فساد**
کوئی اچھے کام کرنے والا اور اچھا عقیدہ رکھنے والا ہے	کوئی ڈوبا ہوا ہے بدکاری اور فساد کے دریا میں

شرح نیک کردار وہ شخص ہے جو اچھے کام کرتا ہو اور نیک اعتقاد وہ شخص جس کے عقیدے اچھے ہوں۔

حاصل مطلب یہ کہ کسی کے اعمال اور عقائد دونوں اچھے ہیں اور بدعت وغیرہ سے نفرت رکھتا ہے۔ اور کوئی بدکاری اور جھگڑے فساد میں رہتا ہے اور

بدعت کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔

یکے نیک خلق و یکے تند خوئے	یکے بُردبار و یکے جنگجوئے
کوئی خوش خلق ہے اور کوئی بدمزاج	کوئی برداشت کرنے والا ہے اور کوئی لڑنے کو تیار

شرح نیک خلق اچھی عادت والا۔ ملنسار۔ تند خو۔ بدمزاج۔ بدخصلت۔ برُدبار۔ متحمل۔ جنگجو۔ لڑاکا۔ مطلب بالکل ظاہر ہے۔

یکے در تنعّم یکے در عذاب	یکے در مشقّت یکے کامیاب
کوئی عیش میں ہے اور کوئی تکلیف میں	کوئی مشقت میں ہے اور کوئی کامیاب

شرح تنعّم۔ عیش و عشرت میں بسر کرنا۔ عذاب تکلیف و سختی۔ مشقّت رنج و تکلیف اس کا بھی مطلب ظاہر ہے۔

یکے در جہانِ جلالت امیر	یکے در کمندِ حوادث اسیر
کوئی بزرگی کے جہاں میں سردار ہے	کوئی آفتوں کی کمند میں گرفتار ہے

شرح جلالت۔ بزرگی۔ امیر۔ حاکم و سردار۔ حوادث عربی جمع حادثہ کی معنی آفت بلا۔ اسیر۔ قیدی و گرفتار۔ اس شعر میں جلالت و بزرگی کو ایک جہان قرار دیا ہے اور حوادث کو کمند یا جال ٹھہرایا ہے۔

حاصل حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب شان ہے کہ کسی کو جلالت و بزرگی دے کر جلالت مآب کا خطاب دلواتا ہے یعنی لوگ اس کو بزرگ قدر جانتے ہیں اور کسی کو حوادث کی کمند میں اسیر کروا کے قید میں رکھنے کا حکم دیتا ہے اور جلالت مآب نہیں رکھتا۔

یکے در گلستانِ راحت مقیم	**یکے با غم و رنج و محنت ندیم**
کوئی آرام کے باغ میں رہنے والا ہے	کوئی غم اور تکلیف اور محنت کے ساتھ ہمنشیں ہے

شرح اس شعر میں راحت کو ایک گلستاں قرار دیا ہے اور غم و رنج و محنت کو بمنزلِ شخص کے ٹھہرایا ہے۔

حاصل مطلب یہ کہ کوئی راحت و آرام سے بسر کر رہا ہے اور کوئی غم و رنج و محنت میں۔

یکے را برون رفتہ ز اندازہ مال	**یکے در غمِ نان و خرجِ عیال**
کسی کا مال اندازہ سے باہر گیا ہے	کوئی روٹی اور عیال کے خرچ کی فکر میں ہے

حاصل پہلے مصرعہ کی نثر اس طرح ہے مالِ یکے بروں رفتہ است از اندازہ یعنی اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس قدر مال عطا کیا ہے کہ اس کا اندازہ و حساب دشوار ہے۔ دوسرے مصرعہ میں غم سے مراد فکر ہے اور خرج اصل میں جیم عربی سے ہے مگر اردو میں جیم فارسی (چ) سے بولتے ہیں۔ عیال وہ لوگ جن کا کھانا کپڑا کسی کے ذمہ ہو اکثر اس سے مراد زن و فرزند یعنی بیوی بچے ہوتے ہیں اور مطلب یہ کہ کسی کے پاس اس قدر بھی مال نہیں کہ وہ روٹی اور خرچ عیال سے بے فکر ہو جائے۔

یکے چوں گل از خرمی خندہ زن	**یکے را دل آزردہ خاطر حزن**
کوئی پھول کے مانند خوشی سے ہنسنے والا ہے	کسی کا دل رنجیدہ اور خاطر غمگین ہے

حاصل مطلب یہ کہ کوئی خوشی کی وجہ سے پھول کی طرح شگفتہ ہے اور کسی کا دل رنج و غم سے پژمردہ رہتا ہے۔ خاطر کے معنی بھی دل، طبیعت، جی۔

فائدہ دوسرے مصرعہ کی نثر اس طرح ہے دل یکے آزردہ است و خاطر یکے حزین است۔

یکے بستہ از بہرِ طاعت کمر	**یکے در گنہ بُردہ عمرے بسر**
کوئی عبادت کے واسطے کمر باندھے ہوئے ہے	کوئی گناہ میں عمر کو تمام کر رہا ہے

شرح کمر بستن کسی کام پر مستعد ہونا۔ کمر کسنا۔ بسر بردن تمام کرنا ختم کرنا۔

حاصل مطلب یہ کہ کوئی تو خدا کی عبادت و طاعت میں مصروف ہے اور کوئی معصیت و گناہ میں مشغول چنانچہ آئندہ اشعار میں عبادت اور معصیت کی چند قسموں کا بیان کرتے ہیں۔

یکے را شب و روز مُصحف بدست	**یکے خفتہ در کنجِ میخانہ مست**
کسی کے ہاتھ میں رات اور دن قرآن مجید ہے	کوئی شراب خانہ کے گوشہ میں مست سویا ہوا ہے

شرح پہلے مصرعہ میں طاعت کی ایک قسم یعنی تلاوت قرآن مجید کا اور دوسرے مصرعہ میں معصیت کی ایک قسم یعنی شراب خانہ میں پڑے رہنے کا بیان ہے۔ کُنج، کونہ، گوشہ۔

یکے بر درِ شرع مسمار وار	**یکے در رہِ کفر زُنّار دار**
کوئی شرع کے دروازے پر میخ کے مانند ہے	کوئی کفر کے راستہ میں جنیو کا رکھنے والا ہے

شرح مسمار، میخ، کیل۔ وار، مانند۔ زنّار بمعنی جنیو یعنی وہ تاگا جس کو ہندو گلے میں ڈالتے ہیں اور آتش پرست کمر میں باندھتے ہیں۔

حاصل ایمان لے آنا اور پابندِ شرع ہونا طاعت ہے اور کفر پر قائم رہنا یعنی خدا و رسول پر ایمان نہ لانا بہت بڑی معصیت ہے اس شعر میں ان ہی دونوں

کا بیان ہے پہلے مصرعہ میں مسمار واز کہنے سے یہ مقصود ہے کہ شریعت پر بالکل ثابت قدم و محکم ہے اور بدعت و خرافات رسوم کی طرف ذرا بھی مائل نہیں ہوتا۔

یکے جاہل و مدبر و شرمسار	یکے عالم و مقبل و ہوشیار
کوئی جاہل اور بدبخت اور شرمندہ ہے	کوئی عالم اور صاحب اقبال اور ہوشیار ہے

شرح عالم عرف میں وہ شخص جس نے دین اسلام کے علوم ضروریہ حاصل کر لیے ہوں۔ مُقبل صاحب اقبال۔ ہوشیار، عقلمند۔ مُدبِر، بدبخت، صاحب ادبار۔

حاصل مطلب یہ کہ دین کا علم پڑھ کر عالم ہو جانا اور لوگوں کو ہدایت دینی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور ایسا شخص اصلی مقبل اور ہوشیار ہے کیونکہ علم دین سے دنیا و آخرت دونوں میں آرام و عزت و بزرگی حاصل ہوتی ہے۔ دوسرے مصرعہ میں جاہل سے وہ شخص مراد ہے جس نے دین اسلام کے علوم ضروریہ حاصل نہ کیے ہوں اگرچہ وہ دوسرے علوم کا ماہر کیوں نہ ہو۔ اور چونکہ علوم دینیہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے انسان نامناسب کام اور گناہ میں مبتلا رہتا ہے۔ اس لیے اس کے بدبخت و شرمندہ ہونے میں شک نہیں کیونکہ جب ایسا شخص دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آخرت کے فوائد و ثواب وغیرہ سے با[illegible]را جاتا ہے۔

یکے بزدل و سست و ترسندہ جان	یکے غازی و چابک و پہلوان
کوئی دل کا کچا اور سست اور ڈرپوک ہے	کوئی جہاد کرنے والا اور تیز اور بہادر ہے

شرح غازی جہاد کرنے والا یعنی دین کے لیے لڑنے والا۔ چابک تیز و چالاک۔ پہلوان سے مراد قوی دل بہادر ہے۔ چابک چست، پھرتیلا۔

حاصل مطلب یہ کہ کوئی تو دل کو قوی اور کڑا کر کے تیزی و چالاکی کے ساتھ دین

کے واسطے کافروں سے لڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے میں اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا، چاہے شہید ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اور یہ نہایت عمدہ صفت اور بہت اچھی عبادت و طاعت ہے کہ اس کا بدلہ سوائے جنت اور خوشنودیٔ ربّ العزت کے اور کچھ نہیں۔ اور کوئی دل کا کچا، سست اور ڈرپوک ہے، اور یہ بہت بُری باتیں ہیں۔ اور گناہ و معصیت کیونکہ کفار کے مقابلہ میں ان باتوں کا ظہور جیسا ہے وہ ظاہر ہے اور یہ سب باتیں اکثر گناہوں کے کرنے اور فنونِ جنگ کے نہ سیکھنے سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس اس کا خیال ضروری ہے۔

یکے کاتبِ اہلِ دیانت ضمیر	**یکے دُزد باطن کہ نامش دبیر**
ایک ایسا منشی ہے کہ اس کا دل صاحبِ دیانت ہے	اور ایک پوشیدہ چور ہے کہ اس کا نام (عرف میں) منشی ہے

شرح کاتب۔ لکھنے والا، منشی۔ ضمیر، دل۔ دُزد، چور۔ باطن، اندرونی، پوشیدہ۔ دبیر، منشی۔ محرر۔ کلرک۔ اہلکار۔

حاصل مطلب یہ کہ اہلِ قلم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جن کے دلوں میں دینداری سمائی ہوئی ہے اور وہ کبھی ناحق بات نہیں لکھتے اور رشوت کو جیسا حرام سمجھتے ہیں ویسا ہی اس کے لینے سے بھی نفرت کرتے ہیں۔ اور ایک وہ اہلِ قلم ہیں جو ناحق بات لکھتے اور رشوت لینے میں بالکل نڈر ہیں۔ دراصل یہ لوگ پوشیدہ چور ہیں کہ باوجود شرعی و سرکاری ممانعت کے چھپ چھپ کر خوب دل کھول کر رشوتیں لیتے ہیں اور عذابِ اُخروی سے بالکل خوف نہیں کرتے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ شُرُوْرِھِمْ اٰمِیْن۔

دَرمنعِ امید از مخلوقات

مخلوق سے اُمید رکھنے کی ممانعت میں

شرح اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے وہ مخلوق یعنی اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے۔

خواہ وہ زمانہ ہو یا اہلِ زمانہ آسمان و زمین ہوں یا ان کے باشندے و سکونت گزیں۔ بادشاہ ہو یا رعیت۔ امیر ہو یا غریب اور چونکہ یہ سب کے سب خود محتاج ہیں خالقِ عالم جلّ علاشانہٗ کے اس لیے ان سے امید رکھنا اور طالبِ مدد ہونا عقل کے خلاف ہے ؎

جو خود محتاج ہووے دوسرے کا بھلا اُس سے مدد کا چاہنا کیا

اسی لیے شیخ علیہ الرحمۃ نے مخلوقات سے امید رکھنے کی ممانعت میں آئندہ اشعار لکھے ہیں۔

ازیں پس مکن تکیہ بر روزگار	کہ ناگہ زجانت برآرد دمار
اس کے بعد مت کر بھروسا زمانہ پر	کیونکہ وہ ناگاہ تیری جان کو ہلاک کرے گا

شرح زیں پس بمعنی بعد ازیں۔ تکیہ اعتماد و بھروسا۔ دمار بمعنی ہلاک۔ دمار برآوردن از جان۔ کسی کی جان سے ہلاکت نکالنا یعنی بے جان کر دینا۔ ہلاک کر ڈالنا۔ انتقال کے وقت جسم ہلاک ہوتا ہے۔ جان یعنی روحِ انسانی باقی رہتی ہے اور عالمِ برزخ (جو درمیان دنیا و آخرت کے ہے) میں چلی جاتی ہے پس جان کی ہلاکت مجاز آ ہے اسی طرح زمانہ کی طرف ہلاک کرنے کی نسبت بھی مجاز آ ہے کیونکہ دراصل مُمیت اور مُحیی اللہ تعالیٰ ہی ہے یعنی لوگوں کی زندگی اور موت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو کسی کے قتل کرنے سے کسی کی روح بدن سے نہ نکلے گی۔ اور یہ تو دن رات کا قصہ ہے کہ لوگ بہ کثرت تمام عالم میں مُردہ ہو جاتے ہیں ان کو کوئی زندہ نہیں کر سکتا۔ البتہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسی عالمِ دنیا میں ان کو زندہ کر دے اور عالمِ آخرت میں تو سب کو زندہ کر ہی دے گا اور کافروں کو دوزخ میں اور مؤمنوں کو جنت میں بھیج دے گا۔

حاصل حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ جب تم بیانِ ماسبق سے یہ معلوم کر چکے کہ کسی کا کچھ حال ہے اور کسی کا کچھ اور یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے حکم و اختیار سے ہے پس تم

اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا رکھو اور زمانہ و مخلوق پر اعتماد نہ کرو دیکھو زمانہ تو تم کو تمہارا وقتِ حیات ختم ہونے پر دفعۃً ہلاک کر دیتا ہے اور تمہاری کچھ بھی رعایت نہیں کرتا پھر اس پر تکیہ و اعتماد کیسا۔

مکن تکیہ بر لشکرِ بے عدد	کہ شاید ز نصرت نیابی مدد
مت کر بھروسا بے شمار لشکر پر	کیونکہ ممکن ہے کہ تائیدِ الٰہی سے تو مدد نہ پائے

حاصل اس شعر میں بادشاہوں کو نصیحت ہے کہ وہ بے شمار لشکر پر بھروسا نہ کریں کیونکہ جب تک نصرت و فتح ایزدی کسی کی مدد نہ کرے وہ فتح نہیں پا سکتا۔ چنانچہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں واقعات ایسے ملیں گے کہ بعض دفعہ تھوڑے لشکر والا بادشاہ جیت گیا ہے اور بہت لشکر والا بادشاہ ہار گیا۔

مکن تکیہ بر ملک و جاہ و حشم	کہ پیش از تو بودہ است و بعد از تو ہم
مت کر بھروسا ملک اور مرتبہ اور نوکر چاکر پر	کیونکہ (یہ سب) تجھ سے پہلے بھی ہوا ہے اور تیرے بعد بھی ہوگا

شرح حشم یعنی نوکر چاکر۔ بودہ است یعنی موجود بودہ است نزد کساں۔ و بعد از تو ہم یعنی بعد از تو ہم موجود خواہد بود۔

حاصل مطلب یہ کہ یہ چیزیں تیرے اگلوں کے پاس بھی تھیں اور بالآخر ان کے مرنے پر تجھ تک پہنچیں اور تیرے بعد بھی لوگوں کے پاس تیرے قبضہ سے نکل کر جاتی رہیں گی پس ایسی چیزوں پر بھروسا کرنا فضول اور کم عقلی ہے۔

مکن بد کہ بد بینی از یارِ نیک	نمی روید از تخمِ بد بارِ نیک
مت کر برا تا کہ تو برا دیکھے اچھے یار سے	نہیں پیدا ہوتا ہے خراب تخم سے اچھا پھل

شرح مکن، مت کر، روید، پیدا ہوتا ہے۔ تخم بد، بُرا بیج۔ بار، پھل۔ نیک، اچھا۔

حاصل مطلب یہ ہے کہ کسی کے ساتھ برائی یا بُرا سلوک نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ کسی اچھے سے اچھے دوست کے ساتھ بھی برائی کروگے تو وہ بھی اس کے جواب میں تم سے برائی کرے گا۔ کیونکہ بُرا بیج ڈالنے سے اچھا پھل پیدا نہیں ہوتا، مثل مشہور ہے جیسا بوؤگے ویسا کاٹوگے۔

بسا بادشاہانِ سلطان نشان	بسا پہلوانانِ کشورستان
بہت سے بادشاہ غلبہ کا نشان رکھنے والے	بہت سے بہادر ملک کے چھین لینے والے

شرح بسا کے آخر میں الف کثرت کا ہے اور بس بمعنی بسیار۔ بادشاہان موصوف ہے اور سلطان نشان اس کی صفت ہے۔ سلطان بمعنی والی و قدرت و حجت۔ سلطان وہ بادشاہ جس کو مخالفوں پر قدرت و غلبہ حاصل ہو، مراد غالب و زبردست بادشاہ دوسرے مصرعہ میں پہلوانان موصوف ہے اور کشورستان صفت ہے۔

اس شعر کا اور اس کے بعد والے اشعار کا مطلب اس شعر ؎

کہ کردند پیراہن عمر چاک کشیدند سر در گریبان خاک

سے تعلق رکھتا ہے۔

بسا تندگردانِ لشکر شکن	بسا شیر مردانِ شمشیر زن
بہت سے سخت پہلوان لشکر کو شکست دینے والے	بہت سے بہادر آدمی تلوار کے مارنے والے

شرح تند بمعنی سخت و غضبناک۔ لشکر شکن، لشکر کو توڑنے والا۔ لشکر کو شکست دینے والا۔ شیر مرداں فارسی جمع ہے شیر مرد کی۔ مراد اس سے بہادر آدمی ہے۔

مطلب ظاہر ہے۔

بسا ماہرویانِ شمشاد قد	**بسا نازنینانِ خورشید خد**
بہت سے خوبصورت شمشاد کا سا قد رکھنے والے	بہت نازنین آفتاب جیسے رخسار رکھنے والے

شرح ماہرویان فارسی جمع ہے ماہرو کی بمعنی خوبصورت۔ شمشاد ایک درخت کا نام ہے جو سیدھا اور خوبصورت وخوشنما ہوتا ہے اسی لیے معشوقوں کے قد کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ نازنینان نازنین کی فارسی جمع ہے بمعنی صاحب ناز و معشوق خورشید، آفتاب۔ خد، رخسارہ۔ مطلب ظاہر ہے۔

بسا ماہرویانِ نوخاستہ	**بسا نوعروسانِ آراستہ**
بہت سے نوجوان معشوق	بہت سی آراستہ نئی دلہنیں

شرح نوخاستہ۔ نوجوان۔ نئی اٹھان والے۔ عروسان فارسی جمع ہے عروس کی بمعنی دلہن آراستہ بناؤ سنگار کی ہوئی۔ سنواری ہوئی یہ صفت کاشفہ ہے نوعروس کی کیونکہ ان میں یہ بات طبعاً وعرفاً ضرور ہوتی ہے۔

بسا نامدار و بسا کامگار	**بسا سرو قد و بسا گلعذار**
بہت سے نامور اور بہت سے کامیاب	بہت سے سرو کا سا قد رکھنے والے بہت سے پھول کا سا رخسار رکھنے والے

شرح سرو بھی ایک درخت کا نام ہے جو خوشنما و سیدھا ہوتا ہے اس کے ساتھ بھی معشوقوں کے قدوں کو تشبیہ دی جاتی ہے جیسے یہاں ہے۔ گلعذار وہ شخص جس کے رخسار پھول کی طرح نرم و خوشرنگ ہوں۔

کہ کردند پیراہن عمر چاک	کشیدند سر در گریبان خاک
کہ ان سب نے عمر کے پیراہن کو چاک کیا	اور سب نے خاک کے گریبان میں سر کھینچا

شرح پیراہنِ عمر چاک کردن، انتقال کرنا۔ مر جانا۔ سر در گریبان خاک کشیدن۔ قبر میں مدفون ہونا۔ خاک ہو جانا۔

حاصل مطلب یہ کہ ان سب مذکورۂ بالا حضرات و اشخاص نے (جو بصفات مذکورۃ الصدر موصوف تھے) آخرکار انتقال کیا اور خاک میں مل گئے۔ اس کے بعد بطور ترقی کے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد اب ان کا نشان تک نہ رہا کہ کوئی بتا سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

چناں خرمنِ عمرشاں شد بباد	کہ ہرگز کسے زاں نشانے نداد
ان کی عمر کا کھلیان اس طرح برباد ہو گیا	کہ کبھی کسی نے ان کا کچھ پتہ تک نہ دیا

حاصل مرنے و دفن ہونے کے بعد بے شمار آدمی گمنام اور مفقود الخبر اور مجہول العلامۃ ہو گئے ہیں پس تجھ کو ایسی حالت میں یہ مناسب ہے جو آئندہ مذکور ہوتا ہے۔

منہ دل بریں منزل جانستاں	کہ در وے نہ بینی دلے شادماں
مت رکھ دل اس جان لینے والے مکان پر	کہ تو اس میں کسی دل کو خوش نہ دیکھے گا

حاصل اس عالم سے دل مت لگا کیونکہ اس میں کسی کو پوری کامیابی و خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

منہ دل بریں کاخِ خُرّم ہوا	**کہ می بارد از آسمانش بلا**
مت رکھ دل اس خوش ہوا محل پر	کیونکہ برستی ہے اس کے آسمان سے بلا

شرح کاخ بمعنی محل۔ کاخِ خُرّم ہوا۔ وہ محل جس کی ہوا عمدہ اور اچھی معلوم ہو، مراد اس سے دنیا ہے۔

حاصل مطلب یہ دنیا اگرچہ بڑی اچھی اور پُرکشش لگتی ہے مگر تو اس دنیا سے دل مت لگا اس لیے کہ ہمیشہ دنیا پر حوادثاتِ فلکی آتے رہتے ہیں۔

ثباتے ندارد جہاں اے پسر	**بغفلت مبر عمر در وے بسر**
یہ جہاں کچھ بھی ثبات نہیں رکھتا اے لڑکے!	پس تو اس میں اپنی عمر کو غفلت سے ختم مت کر

حاصل مطلب یہ کہ نہ تو اس جہانِ فانی سے محبت والفت کر اور نہ غفلت میں اپنی عمر برباد کر بلکہ ہر دم خدا کو یاد کر۔

مکن تکیہ بر ملک و فرماندہی	**کہ ناگہ چو فرماں رسد جاں دہی**
مت کر بھروسہ ملک اور حکومت پر	کیونکہ دفعۃً جس وقت (خدا کا) حکم پہنچے گا تو تو مر جائے گا

حاصل مطلب یہ کہ اگر تجھ کو ملک و حکومت بھی حاصل ہو جائے تب بھی تو موت سے بچ نہیں سکتا بلکہ جس وقت پیغامِ اجل اور احکم الحاکمین کا حکم آ پہنچے گا تیرا زندہ رہنا محال ہے کما قال اللّٰہ تعالیٰ اِذَا جَاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (یعنی جس وقت بندوں کی موت کا وقت آجاتا ہے تو پھر وقتِ مقررہ سے کچھ بھی تاخیر و تقدیم نہیں ہو سکتی)۔

سعدی ہمیں یک سخن یاد دار	منہ دل بریں دیر ناپائدار
سعدیؒ سے یہی ایک بات یاد رکھ	مت رکھ دل اس ناپائدار بت خانہ پر

شرح دیر۔ بت خانہ۔ ناپائدار۔ بے ثبات۔ دیر ناپائدار سے مراد دنیا ہے۔

حاصل دنیا بالکل ناپائدار اور بے وفا ہے اس سے دل مت لگا۔ اگر اور باتیں یاد نہ رہیں تو خیر سعدیؒ کی یہی ایک بات یاد رکھ کہ دنیا ناپائدار اور بے وفا ہے، جب کوئی اس طرح سمجھے گا تو لامحالہ آخرت کی فکر کرے گا جہاں اس کو اور سب کو جانا ہے، اور اس سفرِ آخرت کے سامان بھی حتی الامکان تجربہ کارانِ سفرِ آخرت کے ارشاد کے موافق فراہم کرے گا اور وہ سامانِ آخرت ایمان لانا ہے اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر اور نیز ایمان لانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت پر۔ اور اللہ و رسولؐ کے حکموں کو مان لینا اور اوامرِ الٰہی کی پابندی اور نواہی سے اجتناب کرنا۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَبِيَدِهٖ اَزِمَّةُ التَّحْقِيْقِ۔ تمام شد

بفضلہ تعالیٰ والحمد لہ علیٰ ذالک حمداً کثیراً ۵

ناشر

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ۔ کراچی ملا